جادو، جنات اور نظرِ بد کا توڑ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ
اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ
وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا
وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

مبنی بر افاداتِ ائمہ سلف

ابنِ تیمیہ، ابنِ قیم، ابنِ کثیر

ترجمہ، ترتیب: محمد جمیل اختر لاہوری

نظرِ ثانی و تصحیح: حافظ مبشر حسین لاہوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے
www.KitaboSunnat.com
مبشر اکیڈمی لاہور
E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878

مبشر اکیڈمی

قرآن وحدیث اور فکرِ سلف کی ترجمان

نام کتاب ------- جادو جنات اور نظر بد کا توڑ

مصنف ------- حافظ مبشر حسین لاہوری

تاریخ اشاعت ------- جولائی 2004ء

تعداد ------- 1000

قیمت ------- 56 روپے

کمپوزنگ ------- ندیم شکیل

ڈیزائننگ ------- مدثر

مبشر اکیڈمی کی جملہ مطبوعات پاکستان بھر کے تمام دینی کتب خانوں سے طلب فرمائیں بالخصوص: لاہور: نعمانی کتب خانہ، مکتبہ قدوسیہ، مکتبہ سلفیہ، مکتبہ اسلامیہ، اسلامی اکادمی، اسلامک پبلی کیشنز، دار السلام، الفیصل، منشورات، معارف اسلامی منصورہ، دار الفرقان، کتاب سرائے اردو بازار لاہور۔ گوجرانوالہ: مکتبہ نعمانیہ، دار الکتاب گھر، دار السلام اردو بازار۔ فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ، دار القلم بھوانہ بازار، چنیوٹ: کتاب محل اردو بازار، اسلام آباد: السعود اسلامک بکس۔ کراچی: مکتبہ نور حرم گلشن اقبال، فضلی بک اردو بازار

ناشر: مبشر اکیڈمی لاہور

E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878

جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ
ابن تیمیہ، ابن قیم
حافظ مبشر حسین لاہوری

فہرست......جادو ،جنات اور نظربد

پیش لفظ ......از حافظ مبشر حسین لاہوری

اسلامی تاریخ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تجدیدی نوعیت کی علمی واصلاحی خدمات کو جونمایاں مقام حاصل ہے، اس سے کسی بھی صاحب بصیرت کو مجال انکار نہیں ۔شیخ الاسلام کے علمی کارناموں کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ آپ موصوف نے معاصر افکار کی گمراہی اور فرق ہائے ضالہ کی ضلالت کی نشاندہی عقل ونقل ہر دو طریق سے فرمائی اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپ نے محض تنقید اور تردید ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی خداداد اجتہادی بصیرت کو استعمال کرتے ہوئے ہر موضوع پر مثبت فکر بھی پیش کی ہے ۔علاوہ ازیں سلف صالحین کے افکار ونظریات کو اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق جس خوبی کے ساتھ ابن تیمیہؒ نے پیش کیا، وہ آپ پر ختم ہے ۔اس خوبی ہی کی بنا پر آپ کو علمی دنیا میں سلف صالحین کا 'نمائندہ' اور 'ترجمان' قرار دیا جاتا ہے جبکہ گمراہ فرقوں کی معقول علمی تردید، کتاب وسنت کی ترویج، حدیث وسنت سے استشہاد، ائمہ سلف کے افکار ونظریات کی صحیح ترجمانی، کتاب وسنت کی حدود کا پابند اجتہادی توسع ......وغیرہ آپ کی وہ خوبیاں ہیں جن کے پیش نظر آپ ان لوگوں کی فہرست میں سرفہرست ہیں جنہیں بلاشبہ 'مجدد' قرار دیا جاسکتا ہے ۔

بہت سے ائمہ دین اور مجددین کے مقابلہ میں ابن تیمیہ کو ایک وجۂ امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ آپ کا علمی ورثہ اور علمی واجتہادی نقطۂ نظر آج بھی اہل فکر ونظر کے لیے مشعل راہ ہے اور وہ اس لیے کہ قریب قریب وہ سارے افکار ونظریات جو شیخ موصوف کے دور میں مختلف ناموں (مثلا معتزلہ ،قدریہ ،جهمیہ، رافضیہ وغیرہ) کے ساتھ گمراہی تقسیم کررہے تھے وہ آج بھی موجود ہیں گو کہ اب ان میں سے اکثر وبیشتر فرقے اپنے ناموں کے ساتھ طبعی موت مرچکے ہیں مگر ان سب کے افکار ونظریات منتشر اجزا میں مختلف 'حلقہ ہائے علم وفکر' میں آج بھی محو گردش ہیں ۔اس لیے دور حاضر میں علمی، فکری ،نظری اور اجتہادی نوعیت کے کام کرنے والے اصحاب علم ودانش کے لیے ابن تیمیہؒ کے علمی ورثہ سے استفادہ ناگزیر ہے ۔

راقم الحروف اکثر وبیشتر مسائل میں شیخ موصوف کی کتابوں سے استفادہ کرتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر نبوی پیشین گوئیوں کے دور حاضر میں انطباق ،جادو ،جنات اور شیاطین کی حقیقت ،ان کی وارداتوں سے تحفظ اور علاج معالجہ کے روحانی طریقوں اور اسی موضوع سے متعلقہ مختلف شبہات واعتراضات کے کافی وشافی جوابات کے لیے شیخ موصوف کی کتابوں کی ورق گردانی کا

کافی موقع ملا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راقم الحروف نے اپنی بعض کتابوں میں راہنمائی حاصل کی۔ ان میں سے بعض کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے ایک کتاب کا عنوان تھا ''نام نہاد عاملوں، کاہنوں، جادوگروں اور ایذا دینے والے جنات کا پوسٹمارٹم''

اس آخر الذکر کتاب میں جادو اور جنات کے حوالے سے شیخ ابن تیمیہ ؒ کی کتابوں سے استفادے کے لیے موضوع سے متعلقہ تمام مباحث کو یکجا کیا گیا اور ارادہ یہ تھا کہ ان مباحث کو ربط و ترتیب سے مزین کر کے کتاب مذکور کا حصہ بنا کر آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر لیا جائے گا مگر مذکورہ کتاب کا حجم دیگر بہت سے موضوعات جمع ہو جانے کی وجہ سے چونکہ پہلے ہی کافی بڑھ گیا تھا اس لیے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا خیال ترک کر دیا۔ مگر بعد میں برادر اصغر جمیل اختر کی معاونت سے اسے ایک نئی شکل میں مرتب کر دیا گیا تا کہ متعلقہ موضوع کے حوالے سے اگر کوئی شخص شیخ موصوف کے علمی مباحث سے براہ راست استفادہ کرنا چاہے تو اسے یہ سہولت بھی مل سکے۔ چنانچہ شیخ موصوف کے منتشر علمی موتیوں کو بڑی عرق ریزی اور حد درجہ احتیاط کے ساتھ جمع کر دیا گیا جو ''جادو، جنات اور نظر بد'' کے نام سے اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب میں جو علمی کام کیا گیا ہے اس کی تفصیل بالترتیب درج ذیل ہے:

✿ اس کتاب کے تمام مباحث شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کی کتابوں سے یکجا کیے گئے ہیں۔ ✿ ان منتشر اجزاء کی جمع و ترتیب میں جہاں جہاں تشنگی محسوس ہوئی وہاں شیخ الاسلام کے دو مایہ ناز شاگردوں یعنی حافظ ابن قیم ؒ اور حافظ ابن کثیر ؒ کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ ✿ ہر بحث کے آغاز میں مترجم نے اپنی طرف سے بطور تمہید چند سطریں لکھ دی ہیں تا کہ ربط کلام متاثر نہ ہو۔ ✿ بحث کے دوران اگر کسی علمی نکتے کی وضاحت ضروری محسوس ہوئی تو وہاں مترجم نے اضافہ کر دیا اور آخر میں (مترجم) کا اشارہ دے دیا، تا کہ وہ اقتباس ائمہ اسلاف کے مباحث سے ممتاز رہے۔ ✿ شیخ الاسلام اور ان کے تلامذہ کے مذکورہ موضوع سے متعلقہ علمی نکات کو چونکہ ان کی مختلف کتابوں اور تحریروں سے جمع کر کے ترتیب دیا گیا ہے اس لیے ان کے حوالے ساتھ ساتھ ہی ذکر کر دیے گئے ہیں۔ ✿ ترتیب کتاب، ابواب بندی اور سرخیوں کی تقسیم وغیرہ کا سارا کام اور پھر ان کا رواں ترجمہ وغیرہ مرتب ہی کا کیا ہوا ہے۔ فجزاه الله خيرا جہاں کوئی ضرورت محسوس ہوئی وہاں راقم الحروف نے اصلاح کر دی ہے۔ امید ہے کہ جادو، جنات اور نظر بد کے حوالے سے ان ائمہ اسلاف کا نقطہ نظر سمجھنے کے لیے کتاب ہذا پوری طرح راہنما ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ!

محتاج دعا و اصلاح ...... **حافظ مبشر حسین لاہوری** ناظم مبشر اکیڈمی
مکان نمبر 11 گلی نمبر 21 مکھن پورہ نزد نیو شاد باغ لاہور (فون) 03004602878

باب اول (۱)

جنات کا تعارف

بعض لوگ جنات کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں حالانکہ قرآن وسنت میں بے شمار ایسے دلائل موجود ہیں جن سے نہ صرف یہ کہ جنات کا وجود ثابت ہوتا ہے بلکہ ان کی رہائش، خوراک، پوشاک اور ان کے اسلام لانے یا سرکشی کی راہ اختیار کرنے کے حوالے سے بھی بہت سی معلومات ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔

تاہم اس کے باوجود ایسے لوگ بھی ہر دور میں موجود رہے ہیں جنھوں نے جنات کے وجود کو تسلیم کرنے سے محض اس لئے انکار کیا کہ یہ ہمیں دکھائی تو دیتے نہیں، پھر بھلا ہم ان کے وجود کو کیسے تسلیم کرلیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے دور میں بھی عقل پرستوں کے گمراہانہ افکار ونظریات سے متاثر ہو کر بعض لوگوں نے جنات سے متعلقہ حقائق سے انکار شروع کر دیا۔ چنانچہ امام موصوف نے ان لوگوں کا کافی وشافی رد فرمایا۔ آئندہ صفحات میں ہم شیخ موصوف کی وہ تحریریں اور اقتباسات پیش کریں گے جن میں انہوں نے جنات کے وجود اور ان سے متعلقہ دیگر امور کو قرآن وسنت اور واقعاتی حقائق کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ (مرتب ومترجم)

جنات کا وجود:

الحمدللہ! قرآن وسنت سے جنات کا وجود ثابت ہے۔ اس بات پر امت کے سلف صالحین اور تمام ائمہ کرام کا اتفاق رہا ہے[''مجموع الفتاوی'' ازشیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (جلد ۲٤ صفحہ ۱۰٤)]

ہر خاص وعام جانتا ہے کہ جنات کا وجود انبیاء کرام کی خبروں سے متواتر طور پر ثابت

ہے،لہذا اصاحب ایمان لوگوں کے لیے جنات کے وجود کا انکار کرنا ایسے ہی ناجائز ہے جیسے ان کے لیے فرشتوں ،دوبارہ زندہ کئے جانے اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا انکار ناجائز ہے۔[مجموع الفتاوی (ج۹ص ۱۰)]

یہ بات صحابہ کرامؓ،تابعین عظام ،ائمۂ اسلام اور مسلمانوں کے تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے فقہی گروہوں کے مابین متفق ہے کہ جنات کا وجود (کتاب وسنت سے) ثابت ہے حتیٰ کہ کفار کی اکثریت بھی جنات کے وجود کو تسلیم کرتی ہے اور اہل کتاب (یہود ونصاری) کا موقف مسلمانوں کے موقف کی طرح ہے یعنی ان میں سے بعض تو جنات کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں،جس طرح مسلمانوں میں جھمیہ اور معتزلہ جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ معتزلہ میں سے ایک گروہ ،جبائی ،ابوبکر الرازی اور ان کے علاوہ چند اور لوگ،جنات کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔[الفتاوی (ج۹ص۹)]

عرب کے مشرک ان کے علاوہ سام کی اولاد ،ہندواور حام کی اولاد ،اسی طرح جمہور کنعانی ،یونانی اور ان کے علاوہ یافث کی اولاد ،یہ سب جنات کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔[ج۹ص ۱۳]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو کہتا ہے :''اگر مجھے جنات کی اصل کیفیت اور ان کی صفات کے بارے میں صاف وضاحت نہ ہوئی تو میں جنات کے متعلق علماء کی کسی بات کو تسلیم نہیں کروں گا'' (اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟)

تو شیخ نے جواب دیا:

''جہاں تک اس شخص کا یہ کہنا ہے کہ ''اگر مجھے جنات کی کیفیت وماہیت کا علم نہ ہو......''
تو یہ بات محض اس کی لاعلمی کی وجہ سے ہے اور لاعلمی کی وجہ سے جنات کے وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کا وجود قرآن وسنت کے دلائل کے علاوہ اور بھی بہت سی

حیثیتوں سے ثابت ہے مثلاً بعض لوگوں نے جنات کو دیکھا ہے اور ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے ان (جنات کو دیکھنے والے) لوگوں کو دیکھا ہے...... بعض لوگ جنات سے ہم کلام بھی ہوئے ہیں اور جنات نے بھی ان سے کلام کیا ہے۔ اگر میں ان واقعات کو ذکر کروں جو مجھے اور میرے ساتھیوں کو جنات کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں تو بات طوالت پکڑ جائے گی!‏[ج٤/ص ١٤١]

واضح رہے کہ اگلے باب میں ہم شیخ کے جنات نکالنے سے متعلقہ چند واقعات بھی ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ! (مرتب)

جنات کی خوراک:

قرآن وسنت میں بیسیوں ایسے دلائل ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنات بھی اسی طرح خوراک کے محتاج ہیں جس طرح کہ انسان اس کا محتاج ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے درج ذیل دلائل سے اس بات کو ثابت کیا ہے:

١۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیح مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" أتاني داعي الجن فذهبت معه فقرات عليهم القرآن،فقال:فانطلق بنافأرانا آثارهم و آثارنيرانهم وسألوه الزاد فقال:لكم كل عظم ذكراسم الله عليه يقع في ايديكم اوفرمايكون لحما،وكل بعرة علف لداوابكم ،فقال النبي ﷺ:فلا تستنجوبهمافانهما زاد اخوانكم "

[صحيح مسلم : كتاب الصلاة :باب الجهر بالقراء ة في الصبح: حديث(١٠٠٧)]

"میرے پاس جنات کا قاصد آیا، میں اس کے ساتھ (جنات کی ایک جماعت کی طرف) گیا میں نے ان (جنات) کے سامنے قرآن کی تلاوت کی ،راویٔ حدیث کا کہنا ہے کہ پھر نبی اکرم ﷺ ہمارے ساتھ گئے اور ہمیں ان جنات کے اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔ (پھر آپؐ نے فرمایا کہ) انہوں نے مجھ سے اپنی خوراک کے بارے

میں سوال کیا تو میں نے کہا کہ "ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ تمہاری خوراک ہے اور اللہ کا نام لینے کی برکت سے وہ تمہارے ہاتھوں میں گوشت سے بھرپور ہو جائے گی اور مینگنیاں تمہارے جانوروں کا چارہ ہے" پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم ان دونوں چیزوں (یعنی ہڈی اور جانوروں کی لید، مینگنیاں وغیرہ) سے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں (یعنی جنات) کی خوراک ہے۔"

نبی اکرم ﷺ خود بھی گوبر اور ہڈی وغیرہ سے استنجا اس لیے نہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جنات کی خوراک ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ (مرتب)

۲۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ:

((أنه كان يحمل مع النبيﷺاداوة لوضوئه وحاجته ،فبينماهو يتبعه بها،فقال:من هذا؟فقال :أنا ابوهريرة،فقال :ابغني احجارأستنفض بها،ولاتأتني بعظم ولابروثة فاتيته باحجارأحملها في طرف ثوبي حتى وضعت الى جنبه ثم انصر فت ،حتى اذافرغ مشيت معه فقلت :مابال العظم والروثه؟قال:همامن طعام الجن ،وانه اتاني وفدجن نصيبين ،ونعم الجن !فسألوني الزاد،فدعوت الله لهم ان لايمروابعظم ولاروثة الاوجدواعليها طعما))

[صحيح بخاري : كتاب مناقب الانصار:باب ذكر الجن :حديث (٣٨٦٠)]

"وہ (یعنی حضرت ابو ھریرہؓ) نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ وضو کا سامان اور آپ ﷺ کی حاجت کا سامان (یعنی پانی، اور لوٹا وغیرہ) اٹھا کر ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک دن وہ (ابو ھریرہؓ) اس سامان کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے، آپؐ نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں ابو ھریرہؓ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: "چند پتھر ڈھونڈ کر لاؤ تا کہ میں ان سے استنجاء کروں۔ دیکھو! کوئی ہڈی یا گوبر کا ٹکڑا مت لانا"۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کپڑے کے پلو میں چند پتھر اٹھا لایا اور آپؐ کے پہلو میں رکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ ہڈی اور

گوبر سے منع فرمانے کی کیا حکمت تھی ؟ تو آپؐ نے فرمایا: یہ دونوں جنات کی خوراک ہیں۔ دراصل میرے پاس نصیبین (علاقے) کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت ہی اچھے جن تھے، انہوں نے مجھ سے اپنی خوراک کے بارے میں سوال کیا، تو میں نے اللہ سے یہ دعا کی کہ انہیں جہاں کہیں بھی ہڈی یا گوبر ملے، اس پر یہ اپنی خوراک پالیں۔"

ان دونوں چیزوں سے استنجاء کرنے کی ممانعت کا سبب بھی یہی تھا کہ ان کی خوراک اور چارہ خراب نہ ہو بلکہ کھانے کے قابل رہے۔[مجموع الفتاوی ج ۹ ص ۳۷]

ان احادیث کے علاوہ بھی کئی ایسی احادیث ہیں جو جنات کے کھانے پینے پر دلالت کرتی ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اذا اکل احدکم فلیاکل بیمینه واذا شرب فلیشرب بیمینه فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله "

[صحیح مسلم :کتاب الاشربة: باب آداب الطعام واشراب واحکامها۔حدیث (٥٢٦٥)سنن الترمذی : کتاب الأطعمة:حدیث (١٧٩٩)الموطا(٢۔٩٢٢)]

"جب تم میں سے کوئی بھی کھانا کھائے تو وہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب (پینے کی چیز) پیئے تو تب بھی دائیں ہاتھ ہی سے پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہی سے پیتا ہے۔"(مرتب)

جنات کی رہائش:

روز محشر حساب وکتاب کے بعد مؤمن جن جنت میں اور غیرمؤمن جن جہنم میں جائیں گے اور یہ دونوں مقام اپنے اپنے طور پر مستقل جائے سکونت ہوں گے مگر دنیا میں ان جنات کی رہائش کن مقامات پر ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ" فرماتے ہیں کہ:

جنات خراب (جگہوں اور بے آباد مکانوں) ویرانوں، جنگلوں، گندگی اور کوڑا کرکٹ

کے ڈھیروں اور قبرستانوں میں رہتے ہیں۔[مجموع الفتاوی ج۹ص ٤٠]

اسی لیے مذکورہ بالا جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ایسی جگہیں جنات کی رہائش گاہیں ہوتی ہیں۔فقہا نے نماز کی ممانعت کی یہ وجہ بتائی ہے کہ یہ ناپاک اور گندی جگہیں ہیں اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ان جگہوں پر بندہ خضوع وخشوع سے نماز ادانہیں کرسکتا۔تاہم صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ ایسی جگہیں جنات کی رہائش گاہیں ہوتی ہیں۔[مجموع الفتاوی ج۹ص ٤١]

مذکورہ بالا گندی غلیظ جگہوں پر کافر جنات رہائش پذیر ہوتے ہیں یا مسلمان جنات؟ اس سلسلہ میں شیخ موصوفؒ نے تو کوئی صراحت نہیں کی البتہ مختلف نصوص اور مشاہدات کی روشنی می یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا جگہوں پر عام طور پر کافر جنات ہی رہائش اختیار کرتے ہیں جبکہ نیک اور مسلمان جنات پاک جگہوں مثلاً مساجد اور بیت اللہ شریف کے اطراف واکناف کو رہائش کے لیے منتخب کرتے ہیں جیسا کہ شیخ وحید عبدالسلام بالی حفظ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

''ایک مرتبہ میں نے مسلمان جن سے پوچھا: کیا تم بیت الخلاء میں بھی رہتے ہو؟اس نے بتایا کہ وہاں صرف کافر جنات رہتے ہیں کیونکہ وہ گندی جگہوں کو رہائش کے لیے منتخب کرتے ہیں''["وقایة الانسان" ترجمہ از ابو حمزہ ظفر اقبال، ص ۳۲]

اور شاید یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں داخل ہوتو (جنات سے تحفظ کے لیے) یہ دعا پڑھے:

"اللهم انی اعوذبک من الخبث والخبائث"

''اے اللہ! میں خبیث جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''(مرتب)

[صحیح بخاری :کتاب الصلاة:باب مایقول عندالخلاء(١٤٢)صحیح مسلم:کتاب الحیض:باب مایقول اذاأراد دخول الخلاء (٨٣١)ابو داؤد :کتاب الطهارة باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء (٤)ابن ماجه (٢٩٨)نسائی (١٩)احمد(٢٨٢،١٠١،٩٩/٣)]

جنات کی طرف انبیاء کا مبعوث ہونا:

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انبیاءؑ ورسل کو مبعوث فرمایا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے جنات میں بھی رسولوں کو مبعوث فرمایا؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ جنات میں انبیاء مبعوث ہوئے یا نہیں؟ اس کے متعلق دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں۔ پہلا یہ ہے:

ان میں بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

"یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ "[الانعام/١٣٠]

"اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے۔"

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ انبیاء صرف انسانوں میں مبعوث ہوئے ہیں، جنات میں نہیں اور یہی قول زیادہ مشہور ہے جب کہ اس نقطہ نظر کے قائلین کی دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

"وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى"

"اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے (یعنی ڈارانے کے لیے وہ جنات) واپس لوٹ گئے اور کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد (آسمان سے) نازل کی گئی۔"[الاحقاف/٢٩۔٣٠]

ان لوگوں (یعنی دوسرے قول والوں) نے پہلے نقطہ نظر کے حامل افراد کی دلیل کا درج ذیل جواب دیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: الم یاتکم رسل منکم / اللہ تعالیٰ کے درج ذیل اقوال کے (مفہوم کی) مانند (مفہوم رکھتا) ہے:

۱۔ ﴿ يَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَالۡمَرۡجَانُ ﴾ [الرحمٰن/۲۲]

''ان دونوں (میٹھے اور کھارے پانی) میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں''

حالانکہ موتی اور مونگے صرف نمکین پانی سے نکلتے ہیں۔

۲۔﴿ وَجَعَلَ الۡقَمَرَ فِيۡهِنَّ نُوۡرًا وَّجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا ﴾[نوح/۱۶]

''ان (سب زمینوں) میں چاند کو نور والا اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے''

حالانکہ چاند تو صرف ایک زمین میں ہے۔[مجموع الفتاوی ج ٤ ص ١٤٢۔١٤٣]

[شیخ الاسلام یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چاند تو صرف ایک زمین میں ہے اور اس کے لئے آیت مذکورہ میں صیغہ واحد کی بجائے جمع کا یعنی فیھا کی بجائے فیھن استعمال کیا گیا ہے اور اسی طرح نمبر (۱) آیت میں بھی منه واحد کی بجائے منهما تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔بعینہ " الم یاتکم رسل منکم" آیت میں صیغہ تو جمع کا استعمال کیا گیا ہے یعنی منکم (جس میں انسان اور جنات دونوں شامل ہیں) مگر حقیقت میں رسول صرف انسانوں میں سے ہوئے ہیں، جنات میں سے نہیں۔واللہ اعلم (مرتب)]

حافظ ابن کثیرؒ کا نقطۂ نظر

حافظ ابن کثیرؒ پہلے نقطہ نظر کے حامل افراد کی پیش کردہ قرآنی آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:''انبیاء صرف انسانوں میں سے تھے جنات میں انبیاء مبعوث نہیں ہوئے۔ مجاہدؒ، ابن جریج، اور کئی سلف وخلف اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے۔حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ''انسانوں میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں جبکہ جنات میں صرف ڈرانے والے آئے ہیں۔''(اس کے بعد ابن کثیرؒ نے دوسرے موقف کے دلائل پیش کر کے ان کا رد کیا ہے پھر اپنے موقف کی تائید میں مزید یہ آیات پیش کی ہیں:)

۱۔ ﴿ اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ

وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًاo وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًاo رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف اس طرح وحی کی ہے جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرف o اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کئے اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا o ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں دینے والے اور آگاہ کرنے والے، تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔''

[النساء/۱۶۳-۱۶۵]

۲۔ ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ [العنکبوت/۲۷]

''اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کر دی۔''

حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے بعد نبوت کا انحصار آپ کی اولاد ہی میں رہا اور آپ سے پہلے بھی نبوت انسانوں ہی میں تھی نہ کہ جنات میں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ [یوسف:۱۰۹]

''آپ سے پہلے ہم نے بستی والوں میں جتنے رسول بھیجے ہیں سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے تھے۔''

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ......﴾ [الفرقان/۲۰]

''ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔'' [تفسیر ابن کثیر/ج۲ ص ۲۸٤]

لہٰذا مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حافظ ابن کثیرؒ کا بھی یہی موقف تھا کہ جنات میں انبیاء مبعوث نہیں ہوئے اور یہی موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

جنات کا دین و مذہب:

جس طرح انسانوں میں بنیادی طور پر دو بڑے فرقے ہیں: ایک مسلمان اور دوسرا کافر۔اور پھر آگے ان دونوں کے مختلف ذیلی گروہ ہیں۔بالکل اسی طرح جنات میں بھی بعض مسلمان ہیں اور بعض کافر۔پھر ان کافروں میں یہودی،عیسائی،مجوسی،ہندوؤ اور دیگر ادیان و مذاہب سے تعلق رکھنے والے جنات بھی ہیں اور ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے بھی۔یعنی ان میں بھی شیعہ،سنی،قدریہ،معتزلہ وغیرہ فرقے پائے جاتے ہیں۔پھر مسلمان جنات میں سے بعض سچے اور خالص مسلمان ہیں اور بعض کمزور ایمان والے ہیں جب کہ بعض ان میں فاسق و فاجر بھی ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں خود جنات کا اپنے متعلق یہ قول موجود ہے کہ

''وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا'' [الجن/۱۱]

''اور یہ کہ بے شک بعض تو ہم میں نیک وکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں،ہم مختلف طریقوں سے بٹے ہوئے تھے۔''

ابن تیمیہؒ اس آیت مذکورہ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

''ان کے ادیان و مذاہب مختلف ہیں،بعض مسلمان ہیں اور بعض یہود۔اسی طرح

عیسائی ،شیعہ ،سنی وغیرہ بھی ان میں موجود ہیں ...... جو اللہ کے فرمانبردار ہیں وہ مؤمن ہیں، جو نافرمان ہیں اور شریعت کے احکام پر عمل نہیں کرتے ،وہ کافر ہیں ۔''[مجموع الفتاوی(ج۹ص ۳۸)نیز (ج٤/ص ١٤٤)]

حافظ ابن کثیرؒ سے بھی اس آیت کے متعلق یہی تشریح منقول ہے ،چنانچہ موصوف اس آیت کے تحت ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ''حضرت اعمشؒ نے فرمایا:ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا، میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کون سا کھانا پسند ہے ؟اس نے کہا:چاول (اعمش نے کہا:)میں نے (اسے چاول)لا دیئے تو دیکھا لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔میں نے پوچھا :جو خواہشات ہم میں ہیں تم میں بھی ہیں ؟اس نے کہا ہاں!پھر میں نے پوچھا:رافضی (صحابہ کو گالیاں دینے اور ان پر الزام تراشی کرنے والے)تم میں کیسے شمار کیے جاتے ہیں؟اس نے کہا:بدترین !'' (حافظ ابوالحجاج مزیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے)[تفسیر ابن کثیرؒ ج ٤ ص ٦٧٤]

جنات کی تخلیق کس چیز سے ہوئی ؟

قرآنی آیات اور نبی اکرم ﷺ کے فرامین سے پتہ چلتا ہے کہ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ﴾[الحجر/۲۷]

''اور اس سے پہلے (یعنی انسان کی پیدائش سے پہلے)جنات کو ہم نے لو(شعلے)والی آگ سے پیدا کیا۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی مختلف تفسیریں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ السموم سے مراد آگ کی ایسی گرمی ہے جو انسان کی موت کا سبب بن جائے ،اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے:

"هي السموم التي تقتل"

"السموم سے مراد وہ گرمی ہے جو قتل کر دے"[تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۵۲]

اسی طرح سورۂ رحمٰن کی اس آیت: ﴿خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾[رحمٰن/۱۰] کی تفسیر کے تحت بھی حافظ ابن کثیرؒ نے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں جن کا حاصل کلام یہ ہے کہ" جنات کی پیدائش خاص آگ کے شعلے سے ہوئی ہے۔"[تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:تفسیر ابن کثیرؒ(ج ٤ ص ٤٢٣)]

مذکورہ بالا دونوں آیات کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے حضرت عائشہؓ سے مروی درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

"**خلقت الملائكة من نور، وخلق الجان من مارج من نار وخلق آدم مما وصف لكم**"[صحیح مسلم :کتا ب الزهد:باب فی احاديث متفرقة:حديث(٧٤٩٥) مسنداحمدج ٦ص ١٥٣/١٦٨]

"فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہیں بتادی گئی ہے۔(یعنی مٹی سے)"

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ جنات کی تخلیق اللہ رب العزت نے آگ سے فرمائی ہے۔

جنات کی اقسام:

حافظ ابن کثیرؒ نے سورۃ سبا کی آیت نمبر (۱۲) کے تحت، جنات کی اقسام پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت ابو ثعلبہؓ سے مروی ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"**الجن على ثلاثة اصناف :لهم اجنحة يطيرون في الهواء وصنف حيات و كلاب وصنف يحلون ويظعنون**"[طبرانیؒ،حاکمؒ، بیهقی فی الأسماء والصفات]

''جنات تین قسم کے ہوتے ہیں:

۱۔ایک قسم کے جنات پروں والے ہوتے ہیں جو ہوا میں اڑتے ہیں۔

۲۔دوسری قسم کے جنات سانپ اور بچھو وغیرہ کی شکل میں ہوتے ہیں۔

۳۔تیسری قسم کے جنات (انسانوں کی طرح) پڑاؤ بھی کرتے ہیں اور سفر بھی۔''

کیا جنات غیب جانتے ہیں؟

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات غیب نہیں جانتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهِ اِلَّا دَابَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَالَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴾

''پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی سوائے گھن کے کیڑے کے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا پس جب (سلیمان علیہ السلام) گر پڑے،تو اس وقت جنات نے جان لیا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔'' [سورۃ سبا/آیت ۱۴]

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ ،مجاہدؒ،حسنؒ ،قتادہؒ اور کئی سلف صالحین سے منقول ہے کہ ''تقریباً سال بھر اسی طرح گزر گیا جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہوگئی تو آپ گر پڑے اور تب جا کر جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا علم ہوا۔پھر تو نہ صرف انسانوں کو بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہوگیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب دان نہیں۔ یہ واقعہ مفصل طور پر ایک مرفوع ،منکر اور غریب روایت میں ہے جس کے صحیح ثابت ہونے میں اختلاف ہے اور وہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے،اس

سے پوچھتے: تیرا نام کیا ہے؟ وہ کہتا کہ فلاں آپ علیہ السلام پوچھتے: تو کس مقصد کے لیے ہے؟ (وہ بتا دیتا اور آپ اسے اسی استعمال میں لے آتے) ایک مرتبہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا: الخروب (خراب کرنے والا) آپ نے پوچھا: تو کس لیے ہے؟ (یعنی کس کام آ سکتا ہے) اس نے کہا: اس گھر کو اجاڑنے کے لیے۔ تو تب سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے اللہ! میری موت کی خبر جنات پر نہ ظاہر ہونے دینا تا کہ انسانوں کو یقین ہو جائے کہ جنات غیب نہیں جانتے...... آپ ایک لکڑی پر مکمل ایک سال ٹیک لگا کر کھڑے رہے اور جنات کام کرتے رہے (ایک سال گزرنے پر) دیمک اسے کھا گئی (اور سلیمان علیہ السلام گر پڑے) تب انسانوں نے جان لیا کہ (جنات غیب نہیں جانتے اور) اگر جنات غیب جانتے تو سال بھر تک اس المناک عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔''

حافظ ابن کثیرؒ مزید رقم طراز ہیں کہ

بعض صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی کہ آپ سال، دو سال یا مہینہ دو مہینہ یا اس سے کچھ کم وبیش مدت کے لیے بیت المقدس میں بیٹھ جاتے۔ آپ مأکولات ومشروبات بھی ساتھ لے کر مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا۔ آپ اس سے اس کا نام اور فائدہ پوچھتے۔ وہ بتاتا۔ آپ اسی کام میں اسے لاتے حتی کہ ایک خروبۃ نامی درخت نمودار ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا: تو کس لیے اگا ہے؟ (تیرا کیا فائدہ ہے؟) وہ کہنے لگا: اس مسجد کو اجاڑنے کے لیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام (سمجھ گئے اور) فرمانے لگے: میری زندگی میں تو یہ مسجد خراب نہیں ہوگی البتہ تو میری موت اور شہر کی ویرانی کے لیے ہے۔ آپ نے اسے وہاں سے اکھاڑ کر اپنے باغ میں لگا دیا پھر مسجد کی درمیان کی جگہ (محراب) میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی اور وہیں آپ کا انتقال ہو گیا لیکن شیاطین کو اس کا علم نہ ہوا۔ وہ

سب کے سب اپنی نوکری بجالاتے رہے کہ ایسا نہ ہو، ہم ڈھیل کریں اور اللہ کے رسول سلیمان آ جائیں اور ہمیں سزادیں ۔ یہ محراب کے آگے پیچھے آئے (ان میں جو ایک بڑا پاجی شیطان تھا اس نے کہا کہ)اس محراب کے آگے پیچھے سوراخ ہیں ،اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی آواز نہ آئی ۔ یہ جنات حضرت سلیمان کو دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے ہی وہ مر جاتے تھے لیکن اس شیطان کے دل میں کچھ خیال سا گزرا ۔اس نے پھر مزید جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا، دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد بھی وہ نہیں جلا (تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی)پھر اس نے غور سے آپ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ گرے پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں۔ اب اس نے آکر لوگوں کو خبر دی کہ سلیمان علیہ السلام انتقال کر گئے ہیں ۔لوگوں نے مسجد کو کھولا اور آپ کی میت کو نکالا ۔انہوں نے آپ کی لاٹھی کو دیکھا کہ اسے دیمک چاٹ گئی ہے لیکن مدت انتقال کا علم نہ ہوسکا تو انہوں نے دیمک کے سامنے لکڑی رکھی اس دیمک نے ایک دن اور دوراتوں میں جس قدر کھایا اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا ہے ...... تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہوا کہ جنات جھوٹ بولتے ہیں (کہ انہیں غیب کا علم ہے اور)اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو اتنا عرصہ دردناک عذاب میں مبتلا نہ رہتے ۔" [تفسیر ابن کثیرؒ (ج۳ص ۸٤۲۔۸٤۳)حافظ ابن کثیرؒ نے ان روایات پر کلام کیا ہے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب سے ماخوذ (اسرائیلی)روایات ہیں،ان میں سے جو حق (یعنی قرآن وسنت) کے موافق ہو اس کی تصدیق کی جائے گی ،جو حق کے مخالف ہو اس کی تردید کی جائے گی اور جو نہ موافق ہو اور نہ مخالف اس پر سکوت کیا جائے گا۔]

کیا جنات میں بھی 'اولیاء اللہ' ہوتے ہیں؟

جس طرح انسانوں میں بعض ایسے نیک لوگ ہوتے ہیں جنہیں بلاشبہ اللہ کا ولی کہا جاسکتا ہے اس طرح جنات میں بھی ایسے ولی اللہ ہوتے ہیں۔حافظ ابن کثیرؒ نے حسن بصریؒ سے ایک روایت نقل کی ہے،جس میں آپ فرماتے ہیں:

"الجن ولد ابلیس ،والانس ولد آدم ،ومن ھولاء مؤمنون ومن ھولاء مؤمنون، وھم شرکائھم فی الثواب والعقاب،ومن کان من ھولاء ،وھولاء مومنا،فھوولی اللہ تعالیٰ،ومن کان من ھولاء وھولاء کافرافھوشیطان "

''جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے۔دونوں (یعنی انسان اور جنات) میں مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی،عذاب وثواب میں دنوں شریک ہیں۔دونوں کے ایماندار ولی اللہ ہیں اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں''۔[تفسیر ابن کثیرؒ (ج ۳ ص ۸٤۰۔۸٤۱)]

جنات کی مختلف شکلیں:

جنات کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت وطاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنی شکل کو تبدیل کر سکتے ہیں،وہ انسانوں کی شکل بھی اختیار کر لیتے ہیں اور حیوانات کی شکل بھی اختیار کر سکتے ہیں۔جنات کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو اللہ کی عبادت سے غافل رکھیں اور انہیں خلافِ شرع کاموں پر ابھاریں۔اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لیے جنات کبھی انسانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی کتوں اور سانپوں کی۔ان کے علاوہ بھی وہ کئی صورتیں اختیار کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔اس حوالے سے امام ابن تیمیہؒ جنات کے متعلق رقمطراز ہیں:

''جنات انسانوں اور چوپاؤں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں،اسی طرح جنات سانپ، بچھو،اونٹ ،گائے ،گھوڑا،خچر،گدھا اور پرندوں وغیرہ کی شکلیں بھی اختیار کر لیتے ہیں''۔[مجموع الفتاوی ج ۱۹ ص ٤٤]

ا۔ جنات کا کتوں اور سانپوں کی شکل اختیار کرنا:

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے گھریلو سانپوں کو مارنے رقتل کرنے سے منع فرمایاہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ان کو تین مرتبہ نکل جانے کے لیے کہواور مارونہیں۔ اگر تیسری مرتبہ کے بعد پھرتمہیں یہ نظر آئیں تو انہیں قتل کردو کیونکہ یہ شیطان ہیں (جو اس طرح شکل تبدیل کئے ہوئے ہیں، پھر امام موصوفؒ نے اپنے اس موقف کی تائید کے لئے بطور دلیل درج ذیل احادیث نقل فرمائی ہیں):

ا۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان بالمدینة نفرامن الجن فقد اسلموافمن رأی شیئا من هذه العوامر فلیؤذنه ثلاثا،فان بداله بعد فلیقتله فانه شیطان "

[صحیح مسلم :کتاب السلام :باب قتل الحیات وغیرها:حدیث(۵۸٤۱)سنن ابی داؤد:کتاب الادب :باب :فی اطفاء النار(۵۲۵۷)موطأ(۳۳)مسنداحمد (٤۱/۳)]

"مدینہ میں جنات کی ایک جماعت ہے جنہوں نے اسلام قبول کرلیاہے پس جو کوئی گھریلو سانپ کو دیکھے تو اسے تین مرتبہ چھوڑ دے (اور گھر سے نکل جانے کو کہے) اگر اس کے بعد بھی وہ نظر آئے تو اسے قتل کردے کیونکہ وہ شیطان ہے۔"

۲۔ اسی طرح حضرت ابو سائبؒ سے مروی ہے کہ

میں حضرت ابو سعید خدریؓ کے گھر گیا تو حضرت ابو سعیدؓ نماز پڑھ رہے تھے، میں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا۔اسی دوران میں نے گھر کے کونے میں کچھ کھڑکنے کی آواز سنی، میں نے مڑکر دیکھاتو وہ ایک سانپ تھا۔میں فوراً اچھل کر کھڑا ہوا تاکہ اسے ماردوں لیکن ابو سعیدؓ نے مجھے (بیٹھنے کا) اشارہ کیااور میں بیٹھ گیا۔ جب آپؓ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے محلے میں موجود ایک گھر کی طرف اشارہ کیااور فرمایا کیاتمہیں یہ گھر نظر آرہاہے؟ میں نے کہاجی ہاں! آپؓ نے فرمایا:اس گھر میں ،ہم میں سے ایک نوجوان رہتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ جب ہم رسول ﷺ کے ساتھ جنگ خندق کے لیے

گئے تو یہ نوجوان دوپہر کے وقت حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر چلے جاتا تھا۔ ایک دن جب اس نے اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا: اپنا اسلحہ بھی ساتھ لے لو مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں بنو قریظہ کے یہودی تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ اس شخص نے اپنا ہتھیار لے لیا اور گھر کی طرف لوٹا۔ اس کی بیوی دروازے کے درمیان کھڑی تھی، وہ نیزہ لے کر آگے بڑھا تاکہ اپنی بیوی کو مارے کیونکہ اسے (اس منظر نے) سخت غیرت میں ڈال دیا۔ اس کی بیوی نے کہا: اپنا نیزہ اپنے پاس رکھ اور گھر کے اندر جا کر دیکھ کہ مجھے کس چیز نے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ اندر داخل ہوا تو وہاں ایک بہت بڑا سانپ بستر پر بل کھائے ہوئے بیٹھا تھا، اس نے وہی نیزہ اس سانپ کو مارا اور اسے اس نیزے میں پرو دیا۔ پھر وہ باہر نکلا اور نیزے کو گھر کے صحن میں گاڑھ دیا مگر اسی اثناء وہ سانپ اچانک اس پر حملہ آور ہوا اور ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کون پہلے مرا ہے، سانپ یا نوجوان؟ پھر ہم سب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے زندہ کر دے۔ آپؐ نے فرمایا: ''اپنے ساتھی کے لیے مغفرت طلب کرو'' پھر آپؐ نے فرمایا: ''مدینہ میں بعض ایسے جنات ہیں جو اسلام قبول کر چکے ہیں اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اسے تین دن تک (بعض روایات کے مطابق تین مرتبہ) خبردار کرو، اگر اس کے بعد بھی وہ ظاہر ہو تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

[صحیح مسلم :ایضا:حدیث (۵۸۳۹)ابو داؤد : (۵۲۴۸)احمد(ج۳ص ۴۱)]

ابن تیمیہؒ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ: جس طرح انسانوں کو ناحق قتل کرنا جائز نہیں بالکل اسی طرح جنات کو ناحق قتل کرنا بھی جائز نہیں۔ قتل ایک عظیم ظلم ہے اور ظلم ہر حال میں حرام ہے، ناحق ظلم تو کسی کافر پر بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى [المائدة/۸]

''کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔'' [مجموع الفتاوی (ج ۱۹/ص ۴۳-۴۴)]

۳۔ حضرت عبداللہ بن صامتؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی شخص آگے سترہ رکھے بغیر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز کالا کتا، عورت اور گدھا توڑ دیتے ہیں۔''

حضرت عبداللہؒ نے ابو ذرؓ سے پوچھا: سرخ اور سفید کو چھوڑ کر کالا کتا بیان کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے بھتیجے! تو نے مجھ سے وہی سوال کیا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ آپؐ نے اس کی وجہ یہ بتائی تھی کہ "الکلب الاسود الشیطان / کالا کتا شیطان ہے۔''

[صحیح مسلم :کتاب الصلاۃ :باب قدرمایسترالمصلی: حدیث (۱۱۳۷)ابو داؤد :کتاب الصلاۃ:باب مایقطع الصلاۃ ومالایقطع۔۔۔(۷۵۰)ابن ماجه(۹۵۲)مسند احمد(۱۴۹/۵۔۱۵۱)دارمی (۳۲۹/۱)ابن خزیمه (۱۱/۲)]

امام ابن تیمیہؒ اس حدیث کے تحت رقمطراز ہیں کہ'' کالا کتا دراصل کتوں کا شیطان ہوتا ہے اور جنات بکثرت اس کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کالا رنگ شیطانی قوتوں کو اکٹھا کر لیتا ہے اور اس رنگ میں حرارت کی توانائی بھی زیادہ ہوتی ہے''

[مجموع الفتاوی ج ۱۹/ص ۵۲]

۴۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر اونٹ کی کوہان پر شیطان ہوتا ہے لہذا ان پر سوار ہو کر شیاطین کو ذلیل کیا کرو۔''

[رواہ الحاکم ۔بحوالہ :صحیح جامع الصغیر للالبانیؒ (ج ۴/ص ۳۸)]

۲۔ جنات کا انسانوں کی شکل اختیار کرنا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ: جنات انسانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ موصوف نے اس سلسلہ میں درج ذیل قرآنی آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّيْ

جَارٌلَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَ تِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّى بَرِئٌ مِّنْكُمْ اِنِّى اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ اِنِّى اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾[الانفال/۴۸]

''جب شیطان ان کے اعمال انھیں زینت دار بنا کر دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں، لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو یہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ (کیونکہ) میں وہ (فرشتے) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جب اہل مکہ نے جنگ کے لئے بدر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں آیا تھا اور اس نے درج بالا باتیں کفار مکہ سے کہی تھیں'' [مجموع الفتاوی: ج۱۹/ص ٤٤]

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ نے کئی احادیث ذکر کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ'' اہل مکہ نے جب میدان بدر کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی اور انہوں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری عدم موجودگی میں یہاں اہل مکہ پر ہمارا دشمن قبیلہ حملہ کر دے، قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دستبردار ہو جاتے کہ اسی وقت ابلیس اپنا جھنڈا بلند کیے ہوئے مدلجی قبیلے کے سراقہ نامی شخص کی صورت میں (اپنے لشکر سمیت) وہاں پر نمودار ہوا، اور کہنے لگا: میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں، تم بلا خوف مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ، اور خود بھی ان کے ہمراہ چل دیا۔ راستے میں ہر منزل پر یہ لوگ (یعنی کفار مکہ) اسے دیکھتے تھے، سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے، جب میدان جنگ میں صف بندی ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی مٹھی بھر کے مشرکوں کی طرف پھینکی، اس سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ حضرت جبریلؑ شیطان کی طرف گئے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے

کھڑا تھا۔ جبریل کو دیکھتے ہی اس نے مشرک کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور اپنے لشکروں سمیت وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس مشرک شخص نے کہا: سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ ابلیس نے کہا: میں تم سے بری ہوں، میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن ھشام نامی مشرک چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھے ہوئے تھا، اس لیے اس کا ہاتھ تھام لیا، ابلیس نے اس کے سینے میں اس زور سے گھونسا مارا کہ یہ منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ نکلا۔" [ابن کثیر ٢/ ٤٩٨]

مرتب کہتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کئی ایک روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنات انسانوں کی شکل اختیار کر لینے کی طاقت رکھتے ہیں مثلاً حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے ماہ رمضان کی زکاۃ (صدقاتِ فطرانہ وغیرہ) کی حفاظت پر مامور کیا۔ (ایک رات میں پہرہ دے رہا تھا کہ) ایک شخص آیا اور (اپنے تھیلے میں) غلہ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: خدا کی قسم! میں تجھے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میں بہت زیادہ حاجت مند ہوں۔ ابوھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: اے ابوھریرۃؓ! گذشتہ رات تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے سخت حاجت اور عیالداری کی شکایت کی، مجھے اس پر رحم آ گیا لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"اما انه قد كذب وسيعود/ کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے وہ دوبارہ آئے گا" مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دوبارہ آئے گا کیونکہ آپؐ نے اس کے آنے کے متعلق فرمادیا تھا لہٰذا میں اس کی تاک میں (گھات لگا کر) بیٹھ گیا۔ وہ آیا اور غلہ (اپنے تھیلے میں) ڈالنے لگا، میں نے اسے پھر پکڑ لیا اور کہا: اب تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے

سامنے پیش کروں گا۔اس نے کہا:'' مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں ،عیالدار(بچوں والا)ہوں اور میں اب نہیں آؤں گا۔''ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ اب کی بار مجھے پھر اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: اے ابو ھریرۃؓ !تمہارے قیدی نے کیا کہا تھا؟میں نے عرض کیا:یارسول اللہﷺ!اس نے بہت زیادہ حاجت مندی کی شکایت کی اور یہ کہا کہ بچوں کی ذمہ داری بھی پوری کرنی ہے ،تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔آپؐ نے فرمایا:''اس نے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا۔''

چنانچہ میں نے تیسری رات بھی گھات لگائی (اور وہ واقعی آیا)اور غلہ(اپنے تھیلے میں) ڈالنا شروع ہو گیا ،میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا:اب تو میں تمہیں رسول اللہﷺ کے سامنے لازماً پیش کروں گا!اب تو تین مرتبہ ہو چکا ہے تم یہ کہہ کر چھوٹ جاتے ہو کہ اب نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتے ہو!

اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو،اس کے بدلہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔میں نے پوچھا:وہ کون سے کلمات ہیں؟اس نے کہا: جب تم اپنے بستر پر (سونے کی غرض سے) جاؤ تو یہ آیت(آیۃ الکرسی) پڑھو۔''**اللہ لاالٰہ الاھو الحی القیوم**......پوری آیت آخر تک'' یہ پڑھنے سے تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ایک پہریدار(محافظ)آ جائے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا،جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تمہارے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن کی بدولت اللہ تمہیں نفع پہنچائے گا۔آپؐ نے فرمایا:وہ کون سے کلمات ہیں؟(ابو ہریرۃؓ نے وہ بتائے تو) نبی اکرمؐ نے فرمایا:اس نے تم سے سچ کہا ہے جبکہ خود وہ پرلے درجے کا جھوٹا ہے ۔اے ابو ھریرۃ!

کیا تو جانتا ہے کہ تین راتوں سے تم کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ (جس سے تم یہ باتیں کرتے رہے ہو!)"
[صحیح البخاری: کتاب الوکالة: باب اذا وکل رجلا فترك الوكيل ۔۔۔ (۲۳۱۱)]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ

"شیاطین اپنی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں، تاہم موصوف فرماتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت: ﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ [الاعراف/۲۷]
"وہ (شیطان) اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔"
اس سے یہ مراد ہو سکتا ہے کہ جب شیطان اپنی اصلی شکل میں موجود ہو تو پھر وہ انسانوں کو دکھائی نہیں دیتا۔" [فتح الباری، لابن حجر العسقلانیؒ (ج ٤/ص ٤٨٩)]

اور جب انسانوں کو دکھائی دیتا ہے تو وہ اپنی اصل شکل میں نہیں ہوتا بلکہ شکل بدل کر ہی سامنے آتا ہے، کبھی سانپ، کتے یا کسی اور جانور کی شکل میں، تو کبھی انسان کی شکل میں۔ (مترجم و مرتب)

بعثت نبویؐ سے پہلے جنات کے مختصر حالات:

ا۔ جنات کی سرکشی:

ہمارے ہاں اکثر لوگ جنات سے ڈرتے ہیں او ران سے بچاؤ کے لیے کاہنوں، جادوگروں، اور تعویذ گنڈا کرنے والوں کی امداد حاصل کرتے ہیں جبکہ اصولی طور پر جنات انسانوں سے ڈرتے ہیں لیکن جب جنات دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص ہم سے بہت ڈرتا ہے تو وہ جری ہو جاتے ہیں، اور اسے مزید ڈرانے لگتے ہیں جیسا کہ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ "جتنا تم شیطان سے ڈرتے ہو شیطان اس سے کہیں زیادہ تم سے ڈرتا ہے۔ اگر وہ تم سے تعرض کرے اور تم اس سے ڈر گئے تو وہ تم پر سوار ہو جائے گا"۔ ['وقاية الانسان من الجن والشيطان' از وحید عبدالسلام بالی (صفحہ ۳۳)]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنات کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

﴿وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔''[الجن/٦]

اس آیت کی تشریح میں امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ: آباد علاقوں کی نسبت ویران جگہوں، جنگلات اور کھنڈرات وغیرہ میں جنات بہت زیادہ پائے جاتے ہیں، اس لیے جب کوئی شخص کسی جنگل میں داخل ہونے لگتا تو کہتا: اعوذ بعظیم هذا الوادی من سفهائه / میں اس وادی کے سرکش جنات سے بچنے کے لیے اس وادی کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں''۔ جب جنات نے دیکھا کہ انسان ہم سے پناہ مانگتے ہیں تو ان کی سرکشی اور زیادہ بڑھ گئی۔''[مجموع الفتاوی ج١٩ ص ٣٣]

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''جنات کی سرکشی کا سبب یہ بنا کہ وہ دیکھتے کہ انسان جب بھی کسی جنگل یا ویرانے سے گزرتے ہیں تو ہماری پناہ طلب کرتے ہیں جیسا کہ دور جاہلیت میں اہل عرب کی عادت تھی کہ جب وہ کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو کہتے ہم اس جنگل کے سب سے بڑے جن کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اس طرح کہہ لینے کے بعد ہم تمام جنات کے شر سے اس طرح محفوظ ہو جاتے ہیں جس طرح کسی شہر میں جا کر وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لے لینے سے اس شہر والوں اور دوسرے دشمن لوگوں کی ایذاء دہی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جنات نے جب دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی مزید بڑھ گئی اور انہوں نے الٹا پہلے سے زیادہ انسانوں کو ستانا شروع کر دیا۔''

اسی طرح حافظ موصوف نے عکرمہؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ: ''دراصل جنات انسانوں سے اسی طرح ڈرا کرتے تھے جس طرح کہ انسان جنات سے ڈرتے ہیں بلکہ جنات تو اس سے بھی زیادہ انسانوں سے ڈرتے تھے۔ حتیٰ کہ جس جنگل میں انسان پہنچتا

جنات وہاں سے بھاگ نکلتے ۔لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ" ہم اس وادی کے سردار جنات کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ ہمیں یا ہماری اولاد اور مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے" تب سے جنات نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ تو ہم سے ڈرتے ہیں چنانچہ وہ اور دلیر ہوگئے اور اب انہوں نے طرح طرح سے انسانوں کو ڈرانا شروع کر دیا۔"

اسی آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے یہ واقعہ بھی نقل فرمایا ہے کہ" ابو سائب انصاریؓ نے فرمایا: میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کے لیے باہر نکلا، اس وقت نبی اکرم مکہ میں مبعوث ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے، آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا۔ چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور (پکار کر) کہنے لگا:" اے جنگل کو آباد رکھنے والے! تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا، ساتھ ہی ایک آواز آئی، حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا، کہ اے بھیڑیئے! اس بکری کو چھوڑ دے (تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ) وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی حتی کہ اسے کوئی زخم بھی نہیں لگا تھا" یہی بیان اس آیت میں ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی کہ" بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے۔" ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا جن ہی ہو جو بکری کو پکڑ کر لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر اسے چھوڑ دیا ہو، تاکہ چرواہے کو اور اس کی بات سن کر دوسرے لوگوں کو بھی اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آجانے سے لوگ نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور اس طرح کے عقیدے کے باعث وہ مزید گمراہ ہوں اور خدا کے دین سے خارج ہو جائیں۔" واللہ اعلم! [تفسیر ابن کثیر (ج ٤ ص ٦٧١۔٦٧٢)]

۲۔ جنات کا آسمان سے خبریں چوری کرنا:

اللہ تعالیٰ جب جبریل امینؑ کو کوئی حکم صادر فرماتے ہیں تو حضرت جبریلؑ آگے دیگر فرشتوں کو وہ حکم سنا دیتے ہیں اور وہ اپنے سے اگلے فرشتوں کو وہ حکم نقل کرتے

ہیں حتی کہ اس طرح جب آسمان دنیا کے فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم یا خبر پہنچائی جاتی تو ابلیس مردود اور دیگر شیاطین بھی آسمانوں پر جا کر اس حکم کے کچھ الفاظ سن لیتے۔ پھر بعض اوقات یہ جنات کاہنوں اور جادوگروں تک یہ الفاظ (یعنی آسمانی خبریں) چوری کر کے پہنچا دیتے اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ راستے ہی میں شہاب ثاقب (شعلوں کے شکل اختیار کئے آسمانی تارے) ان جنات کو بھسم کر دیتے اور وہ خبر دنیا والوں تک نہ پہنچتی۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ جنات کو شھاب ثاقب سے ہلاک کیا جاتا ہو، بلکہ وہ آسمانی خبریں بآسانی چوری کر لیا کرتے تھے مگر آنحضرت ؐ کی رسالت کے بعد شیاطین شعلوں کا بہت زیادہ شکار ہونے لگے جیسا کہ قرآن مجید میں خود جنات کا یہ قول اس طرح نقل کیا گیا ہے:

﴿وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَشُهُبًا﴾ [الجن/٨]

''(جنات نے کہا) اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پر پایا۔''

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: قرآن نازل ہونے سے پہلے بھی شیاطین پر شعلے پھینکے جاتے تھے لیکن پھر بھی وہ خبریں چوری کر کے کاہنوں اور جادوگروں کو پہنچا دیا کرتے تھے۔ [مجموع الفتاوی/ ج١١ ص ١٦٨]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ مجھے اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی صاحب نے بتایا کہ

''ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آسمان سے ایک ستارہ گرا اور روشنی پھیل گئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا: ''زمانہ جاہلیت میں تم ایسے مواقع پر کیا کہا کرتے تھے؟'' ہم نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ہم ایسے موقع پر کہا کرتے تھے کہ ''آج رات کوئی عظیم شخص پیدا ہوا اور کوئی عظیم شخص فوت ہوا ہے''۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ کسی کی موت یا زندگی کے موقع پر نہیں گرایا جاتا بلکہ یوں ہوتا ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کام

کا فیصلہ کرتے ہیں تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں پھر وہ لوگ تسبیح بیان کرتے ہیں جو نچلے آسمان والے ہوتے ہیں اور پھر اسی طرح آسمان دنیا والے فرشتے بھی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر عرش والے فرشتوں سے قریب والے فرشتے پوچھتے ہیں کہ پروردگار نے کیا حکم فرمایا ہے؟ عرش والے فرشتے انہیں وہ حکم بتاتے ہیں۔ پھر یہ اپنے سے نیچے والے فرشتوں کو وہ حکم آگے نقل کرتے ہیں۔ پھر جب وہ حکم یا خبر ساتویں آسمان (یعنی آسمان دنیا) تک پہنچتی ہے تو جنات چوری چھپے وہ خبریں اچک لیتے ہیں اور آگے اپنے دوستوں (کاہنوں اور جادوگروں وغیرہ) کو پہنچا دیتے ہیں......اور وہ بات سچ ہوتی ہے لیکن شیاطین اس میں اپنی طرف سے جھوٹ کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں۔''

[مسلم :کتاب السلام: باب تحریم الکھانة وإتیان الکھان(٥٨١٩) احمد(١/٢١٨)]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کاہن لوگ ہمیں کسی چیز کے متعلق بتاتے تھے اور وہ بات بالکل سچ ثابت ہوتی تھی؟! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہی سچی بات ہوتی ہے جسے جنات اُچک کر اپنے دوست (کاہن) کے کان میں ڈال دیتے ہیں اور اس کے ساتھ سو جھوٹ بھی شامل کر دیتے ہیں۔''

[صحیح مسلم :کتاب السلام :باب تحریم الکھانة وإتیان الکھان۔۔۔ (٥٨١٦)صحیح بخاری :کتاب الطب: باب الکھانة (٥٧٦٢)احمد(٦/ ٨٧)]

قرآن مجید میں شہاب ثاقب (آسمانی تاروں) کے تین فائدے بیان کئے گئے ہیں:

١۔ یہ آسمان کی خوبصورتی اور زیب وزینت کے لیے ہیں۔

٢۔ یہ راستے اور سمتیں معلوم کرنے کے لئے ہیں۔

٣۔ یہ شیطانوں کو آسمانی خبریں چرانے سے روکنے کے لیے ہیں۔

اس تیسرے مقصد اور فائدے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴾[الحجر/١٨]

''ہاں جو (شیطان) چوری چھپے سننے کی کوشش کرے، اس کے پیچھے چمکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ:''جو شیطان آسمانی خبریں چرانے کے لیے آگے ہوتا تھا اسے شعلہ لگ کر بھسم کر دیتا تھا۔کئی مرتبہ جنات شعلہ لگنے سے پہلے ہی سنی ہوئی خبر اپنے سے نچلے جن کو پہنچا دیتے تھے اور اس طرح یہ خبر کاہن تک پہنچ جاتی تھی''۔موصوف نے اس پر بطور دلیل صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث پیش کی ہے:

''اذا قضی اللہ الأمر فی السماء ضربت الملائکة اجنحتها خضعانا.......''

[صحیح بخاری : کتاب التفسیر: سورۃ الحجر:باب فی قوله"الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبین"حدیث (۳۷۰۱)]

''جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کی بابت فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں اور اس طرح کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے زنجیر کے پتھر پر مارنے سے پیدا ہوتی ہو۔(اور ان کے دلوں پر رعب اور وحشت طاری ہو جاتی ہے،بعض روایات کے مطابق وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔مترجم)پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں (یا ان کے ہوش و حواس بحال ہوتے ہیں)تو وہ دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا؟وہ کہتے ہیں جو بھی رب نے فرمایا،وہ حق ہے اور وہی بلند و بالا اور بہت عالی شان ہے۔خبریں چرانے والے (سرکش شیاطین آسمان میں اللہ کی طرف سے ہونے والی)اس بات کو سن لیتے ہیں اور وہ اس طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں ......راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سمجھاتے ہوئے اس طرح کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو دوسری کے اوپر رکھ دیا...... آسمان سے اللہ کے حکم سے برسنے والا شعلہ کبھی تو خبر آگے منتقل کرنے سے پہلے ہی،اسے بڑانے اور سننے والے شیطان کا کام تمام کر دیتا ہے۔(یعنی اسے جلا کر بھسم کر دیتا ہے)اور بعض اوقات یہ شیطان (خبر چوری کرنے ولا)شعلہ لگنے سے پہلے ہی نچلے شیطان کو وہ خبر پہنچا چکا ہوتا ہے۔(پھر مسلسل سفر طے کرتے ہوئے)یہ خبر آخر کار زمین تک پہنچ جاتی ہے

اور شیاطین اس خبر کو جادوگر اور کاہن کے کان میں ڈال دیتے ہیں اور وہ اس میں سو جھوٹ شامل کر دیتا ہے۔ جب اس کی وہ بات (جو آسمان سے اتفاقاً پہنچ گئی تھی) صحیح نکلتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے ہم کو فلاں دن فلاں فلاں کہا تھا جو کہ سچ نکلا! (اور اس نے جو سو جھوٹ ملائے ہوتے ہیں، لوگ انہیں بھول جاتے ہیں!)''[تفسیر ابن کثیر (ج۲ص ۸٤۹)]

بعثت نبوی اور جنات:

بعثت نبویؐ سے پہلے جنات آسمانی خبریں چرالیا کرتے تھے لیکن جب محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ کو نبوت ملی تو اس کے بعد آسمان پر پہرہ سخت کر دیا گیا جو بھی جن آسمانی خبریں چرانے جاتا، تو وہ یا تو ناکام واپس لوٹتا یا پھر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ اس معاملے سے جنات پریشان ہو گئے کہ آخر آسمان پر اتنا سخت پہرہ کیوں لگا دیا گیا ہے قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ان کی اس حالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا﴾[الجن/۸]

''اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پُر پایا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نزول قرآن سے پہلے بھی شیاطین پر شعلے پھینکے جاتے تھے لیکن وہ پھر بھی آسمانی خبریں چرالیا کرتے تھے، جب نبیؐ مبعوث ہوئے تو آسمان سخت پہرہ داروں اور آگ کے شعلوں سے بھر دیا گیا اور یہ شعلے جنات کی تاک میں رہتے جیسا کہ قرآن مجید میں جنات کی یہ بات موجود ہے کہ:

﴿وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا﴾[الجن/۹]

''اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے، اب جو بھی کان لگاتا ہے، وہ ایک شعلے کو اپنی تاک تیار میں پاتا ہے۔'' [مجموع الفتاوی (ج ۱۱ ص ۱۶۸)]

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں:

''آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے، کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آکر کاہنوں کو خبر دیتے تھے اور کاہن ان باتوں میں جھوٹ کی آمیزش کر کے اپنے ماننے والوں کے سامنے پیش کرتے پھر جب حضور ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپؐ پر قرآن کا نزول شروع ہوا تو آسمان پر زبردست پہرے لگا دیئے گئے اور ان شیاطین کے لیے پہلے کی طرح وہاں جا کر بیٹھنے اور باتیں چوری کرنے کا کوئی موقع باقی نہ رہا تا کہ قرآن کریم اور کاہنوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور متلاشی حق کو دقت نہ ہو۔ یہ جنات اپنی قوم سے کہتے: ''پہلے تو ہم آسمان پر جا کر بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے چھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا نہیں کرتے، جلا کر جھلسا دیتے ہیں اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی اور بھلائی کا ہے''۔ [تفسیر ابن کثیر (ج ٤ ص ٦٧٢)]

جنات کا نبی اکرمؐ پر ایمان لانے کا مفصل واقعہ:

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: دراصل ستاروں کا بکثرت گرنا، جنات کا ان سے ہلاک ہونا، آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا، ان کا آسمان کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا سبب بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہر طرف تلاش شروع کر دی کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارا آسمانوں پر جانا انتہائی مشکل ہو کر رہ گیا ہے چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب سے ہوا اور یہاں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس آخری نبی ﷺ کی بعثت اور آخری کتاب کا

نزول ہی ہماری بندش کا سبب ہے چنانچہ خوش نصیب سمجھدار جنات تو مسلمان ہو گئے جبکہ دیگر جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا۔[تفسیر ابن کثیر(ج ٤/ص ٦٧٢-٦٧٣)]

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور قرآن مجید میں محمد ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ جنات نے قرآن سنا ہے اور وہ اس (کے منزل من اللہ ہونے) پر ایمان لے آئے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ○قَالُوْا يٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○يٰقَوْمَنَا اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○[الاحقاف/٢٩-٣٢]

''اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنات کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں ،پس جب وہ (نبی اکرمؐ) کے پاس پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب ختم ہوا تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے واپس لوٹ گئے ○ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے، جو اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہبری کرتی ہے ○اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ، تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے بچائے گا○اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتا اور نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے۔''[مجموع الفتاوی ج۱۹ص ۳۳]

مذکورہ بالا آیات کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ:''مسند احمد میں حضرت

زبیرؓ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ واقعہ نخلہ (مقام) کا ہے، رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز عشا ادا کر رہے تھے، یہ سب جنات سمٹ کر آپؐ کے ارد گرد بھیڑ کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔"

[مسنداحمد(۱/۱۶۷)اس کی سندمیں انقطاع ہے البتہ یہی واقعہ بخاری میں بسندصحیح موجود ہے۔صحیح بخاری کتاب التفسیر باب:سورۃ قل اوحی الی حدیث (۴۹۲۱)]

حافظ موصوف مزید فرماتے ہیں کہ"ابن عباس کی روایت میں ہے کہ یہ جنات نصیبین (مقام) کے تھے، تعداد میں سات تھے۔ کتاب دلائل النبوۃ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نہ تو حضور ﷺ نے جنات کو سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا نہ آپؐ نے انہیں دیکھا، آپؐ تو اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ عکاظ کے بازار جا رہے تھے، ادھر یہ ہوا تھا کہ شیاطین کے اور آسمانوں کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ہو گئی اور ان پر شعلے برسنے لگے ...... چنانچہ شیاطین نے آ کر اپنی قوم کو یہ خبر دی تو انہوں نے کہا کہ کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا ہو گئی ہے جاؤ تلاش کرو، پس یہ نکل کھڑے ہوئے، ان میں سے ایک جماعت جو عرب کی طرف متوجہ ہوئی تھی، وہ جب یہاں پہنچی تب رسول اللہ ﷺ عکاظ کے بازار کی طرف جاتے ہوئے وادی نخلہ میں اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ان کے کانوں میں جب آپؐ کی تلاوت کی آواز پہنچی تو یہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر بغور سننے لگے اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ بس یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ بنی ہے۔ یہاں سے فوراً ہی واپس لوٹ کر اپنی قوم کے پاس پہنچے "اور کہنے لگے ہم نے عجیب قرآن سنا جو نیکی کا رہبر ہے، ہم تو اس پر ایمان لا چکے اور اقرار کرتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ اللہ کے ساتھ ہم کسی دوسرے کو شریک کریں"۔ اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سورۃ جن میں دی ہے۔"

[اس روایت کی تفصیل کے لئے دیکھئے:صحیح بخاری :کتاب الاذن :باب الجھر بالقراء ۃ صلاۃ الصبح (۷۷۳)صحیح مسلم :کتاب الصلاۃ:باب الجھر بالقراء ۃ فی الصبح (۱۰۰۶)]

مذکورہ روایت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب:

مذکورہ روایت میں عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ: نبی اکرمؐ نے جنات کو نہیں دیکھا حالانکہ یہ روایت بھی صحیح ہے اور بخاری و مسلم میں موجود ہے جبکہ دوسری روایات سے ثابت ہے کہ آپؐ نے جنات کو دیکھا ہے اور ان سے بات چیت بھی کی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس تعارض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''حضرت ابن عباسؓ کو اس واقعہ کا علم تو ہو گیا جس کی قرآن نے راہنمائی کی لیکن اس واقعہ کا آپؓ کو علم نہ ہو سکا جس کا علم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ کو ہوا اور ان کے علاوہ بھی کئی صحابی، نبی اکرمؐ کے پاس جنات کے آنے اور باہمی بات چیت کو، بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو جس معاملے کی خبر قرآن (وحی) کے ذریعے ہوئی ہے وہ پہلا واقعہ تھا جب آسمان پر پہرہ سخت ہو گیا اور ان (جنات) کے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی......'' [مجموع الفتاوی (ج۱۹ ص ۳۸)]

نیک جنات کے اخلاق و آداب کا بیان:

جس طرح انسان اپنے بعض معاملات میں اخلاق و آداب کا مظاہرہ کرتے ہیں اسی طرح جنات میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں جنات کی چند خوبیوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ ہیں:

۱۔ ﴿وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا﴾ [الاحقاف/۲۹]

''اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنات کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں پس جب پہنچ گئے تو (ایک دوسرے کو) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔''

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ''مذکورہ بالا آیت میں لفظ ''اَنْصِتُوْا'' کا مطلب ہے کہ (خاموش ہو جاؤ اور) غور سے سنو اور یہ جنات کی طرف سے (قرآن کی تعظیم کا) ادب واحترام ہے''۔ [تفسیر ابن کثیر/ ج ٤ ص ٢٦٠]

۲۔﴿وَاَنَّا لَانَدْرِیْ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾[الجن/۱۰]

''ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے''

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ'' یہ جنات کا (کلام کرنے میں) ادب واحترام کا مظاہرہ ہے کہ برائی کی نسبت کے لیے کسی فاعل (کہ فلاں نے برائی کا ارادہ کیا ہے) کا ذکر نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس چوکیداری، اوراس حفاظت سے کیا مطلب ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔''[تفسیرابن کثیر(ج ٤ص ٦٧٢)]

۳۔جنات کی ایک اور خوبی کا ذکر ہمیں جابر بن عبداللہؓ سے مروی درج ذیل حدیث سے ملتا ہے کہ:

''ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے سورۃ رحمان کی تلاوت کی پھر فرمایا:'' کیا بات ہے! جو تم سب خاموش ہی رہے ہم سے تو بہت اچھے جواب دینے والے جنات ثابت ہوئے، جب بھی میرے منہ سے انہوں نے آیت ﴿فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان﴾(یعنی تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے)[سورۃ رحمٰن/ ۱۳] سنی تو انہوں نے جواب میں کہا''ولا بشیء من آلائک اونعمک ربنا نکذب فلک الحمد/اے ہمارے پروردگار!ہم تیرے کسی بھی انعام اور اکرام کو نہیں جھٹلا سکتے۔اور تیرے ہی لئے ساری تعریف ہے۔''

[سنن الترمذی :کتاب تفسیر القرآن:باب ومن سورۃ الرحمن: حدیث (۳۲۹۱)ضعیف: اس کی سند میں زھیربن محمد(شامی)ضعیف راوی ھے۔ اخرجه الحاكم في المستدرك (٤٧٣/٢)وقال :صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه ،ووافقه الذهبي ،وذكره السيوطي في الدرالمنثور(١٨٩/٦٢)]

ابلیس (شیطان) جنات سے تھا یا فرشتوں سے:

اس مسئلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔بعض علماء کہتے ہیں کہ ابلیس جنات سے تھا جبکہ بعض کی رائے یہ ہے کہ ابلیس ایک فرشتہ تھا۔اس سلسلہ میں درج ذیل قرآنی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے:

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾ [سورۂ بقرۃ ۳۴]

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا''

ابلیس کو فرشتہ قرار دینے والے لوگ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ذکر فرمایا اور ان سے ابلیس کا استثناء کیا اور عمومی قاعدہ یہ ہے کہ ''جس چیز کا استثناء کیا جائے وہ ان لوگوں کی جنس سے ہوتا ہے جن سے استثناء کیا گیا ہو۔'' لیکن ان کا یہ استدلال درج ذیل وجوہات کی بناء پر غلط ہے:

۱۔ آیت مذکورہ سے یہ استدلال درست نہیں کیونکہ استثناء کی دو صورتیں ہیں ایک استثنائے متصل اور دوسرا منقطع۔مذکورہ بالا قاعدہ استثناء متصل کا ہے جبکہ آیت میں موجود استثناء، استثنائے منقطع ہے جس میں یہ شرط نہیں کہ ''جس چیز کا استثناء کیا جائے وہ ان ہی لوگوں کی جنس سے ہو جن سے استثناء کیا گیا ہے۔''

۲۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت کئی اقوال ذکر فرمائے ہیں۔اکثر اقوال کا تعلق اسرائیلی روایات سے ہے۔ان اقوال میں سے ایک صحیح قول جو حضرت حسن سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ'' ابلیس فرشتہ نہیں تھا بلکہ وہ تمام جنات کا اصل (باپ) ہے، جس طرح کہ آدم تمام انسانوں کا باپ (اصل) ہے۔'' [البدایة والنهایة،لابن کثیر(۱/۵۵)رواہ ابن جریر باسناد صحیح عنه /تفسیر ابن جریر الطبری (٦٩٦)]

۳۔قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس جن تھا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِ ذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾[الکھف/۵۰]

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ جنات میں سے تھا، اس نے اپنے پرودگار کی نافرمانی کی۔''

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے اپنا موقف یوں بیان فرمایا ہے کہ'' گو ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا، انہی کی مشابہت کر رہا تھا اور اللہ کی رضامندی میں دن رات مشغول تھا، اسی لیے ان کے خطاب میں یہ بھی آ گیا لیکن جب اسے سجدہ کرنے کا حکم ملا تو یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آ گیا، تکبر اس کی طبیعت میں سما گیا اور اس نے صاف انکار کر دیا جبکہ اس کی پیدائش ہی آگ سے ہوئی تھی۔''[تفسیر ابن کثیر/ج۳ص ۱٤٥]

۴۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''خلقت الملائكة من نور ،خلق الجان من مارج من نار وخلق آدم مما وصف لكم ''[صحيح مسلم :كتاب الزهد باب في احاديث متفرقة:حديث (٧٤٩٥)مسنداحمد(ج٦ص ١٥٣/ ١٦٨)]

''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدمؑ کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہیں بتا دی گئی ہے۔''

اس حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ابلیس اور فرشتوں کی تخلیق علیحدہ علیحدہ چیزوں سے ہوئی ہے جنات کی تخلیق سے متعلقہ مندرجہ بالا حدیث کی تائید درج ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾[سورۃ الاعراف/۱۲]

''(شیطان نے کہا کہ) میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک (مٹی) سے پیدا کیا ہے۔''

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ابلیس فرشتوں سے نہیں تھا بلکہ وہ جنات کی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔[اس موضوع سے متعلق مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''انسان اور شیطان'' از، حافظ مبشر حسین لاھوری]

جن فرشتہ کیوں نہیں ہوسکتا؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے لوگوں نے پوچھا: جن فرشتہ کیوں نہیں ہوسکتا؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس لیے کہ جن جھوٹ بولتا ہے اور اس نے (ایک مرتبہ میری شکل اختیار کر کے بعض لوگوں سے یہ) کہا تھا: ''میں ابن تیمیہؒ ہوں'' جبکہ اسے علم تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ جن ان سے کہتے ہیں: ''میں خضر ہوں ......'' اور اسی بات (یعنی جن کے جھوٹا ہونے) کو نا ماننے کی وجہ سے بہت سے مسلمان اور حتی کہ عیسائی بھی گمراہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا تھا کہ'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سولی پر چڑھائے جانے کے بعد بعض حواریوں کے پاس آئے، ان سے بات چیت کی اور انہیں وعظ ونصیحت بھی کی''۔ یہ بات عیسائیوں کی اناجیلِ اربعہ میں رقم ہے۔ اور تمام عیسائی بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں (کہ مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ آئے تھے) حالانکہ وہ شیطان تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں ان کے پاس آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ ''انا المسیح ''میں مسیح یعنی عیسیٰ ابن مریم ہوں......'' [مجموع الفتاوی (ج۱۳ ص ۵۲، ۵۳)]

جنات کو تبلیغ کرنے والے اللہ کے افضل ولی ہیں!

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ: انسانوں میں سے جو بھی جنات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام بتائے اور انہیں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے نبی ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دے اور دوسرے انسانوں کو بھی (بھلائی کے ارادے سے) یہی حکم دے، تو ایسا شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے افضل ولیوں میں سے ہے اور انبیاء کا وارث اور نائب کہلانے کا صحیح معنوں میں حقدار ہے۔ [مجموع الفتاوی/ ج۱۱ ص ۱۶۹]

[واضح رہے کہ ایسا شخص صرف اس وقت اللہ کے افضل اولیاء میں سے شمار ہوگا جب وہ جن وانس کو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات بتائے گا اور انہیں شریعت

کی پابندی کا حکم دے گا اور اگر یہ شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے جنات سے کلام کرتا ہے یا مال و دولت اور دیگر مادی مفادات ہی کے لیے ایسا کرتا ہے تو پھر یہ اولیاء اللہ میں ہرگز شمار نہیں ہوگا بلکہ ایسا کرنے والے شخص کا ایمان تو سخت خطرہ میں ہے ۔](مترجم)

جنات کی پیدائش کب ہوئی؟ انسانوں سے پہلے یا بعد میں؟

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق سے بہت پہلے ہی فرشتوں اور ابلیس کو پیدا فرما دیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ پہلے انسان یعنی آدمؑ کو پیدا فرمانے لگے تو فرشتوں سے کہا:

﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ...... ﴾ ''میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں ......'' [البقرۃ ۳۰] پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹی سے تخلیق بخشنے کے بعد سب کو حکم دیا کہ اس آدمؑ کو سجدہ کرو۔ ابلیس (شیطان) کے علاوہ سب (فرشتوں) نے سجدہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابلیس آدم سے بھی پہلے پیدا کیا گیا تھا اور ابلیس چونکہ جنات سے تھا اس لیے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جنات کو آدمؑ سے پہلے پیدا کیا گیا اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ o وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ '' [الحجر/۲۶۔۲۷]

''یقیناً ہم نے انسان کو خشک مٹی سے، جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی، پیدا فرمایا ہے اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لووالی آگ سے پیدا کیا۔''

حافظ ابن کثیرؒ لفظ ''من قبل'' کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: ''یعنی انسان کی تخلیق سے پہلے (ہی جنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا تھا)'' [تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۵۶]

جنات کی شادیاں اور افزائشِ نسل:

جس طرح انسانوں میں شادیاں ہوتی ہیں، اسی طرح جنات بھی آپس میں شادیاں کرتے ہیں اور ان میں بھی اس طرح مذکر و مؤنث کا وجود ہے جس طرح انسانوں میں ہے اس کی تائید حضرت انسؓ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ

"كان النبي ﷺ اذادخل الخلاء قال :اللهم انى اعوذبك من الخبث والخبائث"

[صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ:باب :مايقول عبداذادخل الخلاء حديث(١٣٢)صحيح مسلم :كتاب الحيض:باب مايقول الرجل اذادخل الخلاء۔۔۔(٤)ابن ماجه(٢٩٨) نسائی(١٩)مسنداحمد(٩٩/٣، ١٠١، ٢٨٢)]

''نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے کہ ''اے اللہ! میں شیطان مردوں اور شیطان عورتوں سے تیری پناہ پکڑتا ہوں''

جنات کی شادی کے حوالہ سے درج ذیل آیات بھی راہنمائی کرتی ہے:

۱۔ ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾[الرحمٰن/٥٦]

''ان (یعنی حوروں) کو اس سے پہلے کسی جن اور انسان نے ہاتھ نہیں لگایا۔''

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اَرطاۃ بن منذرؒ فرماتے ہیں کہ ضمرۃ بن حبیبؒ سے سوال کیا گیا: کیا جنات جنت میں داخل ہوں گے تو ضمرۃؒ نے جواب دیا: ہاں! اور جنات کا نکاح بھی ہوگا۔ جنات مردوں کا جنات عورتوں سے اور انسان مردوں کا انسان عورتوں سے نکاح ہوگا'' [تفسیر ابن کثیر/ج٤ ص٤٣٣]

۲۔ ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ''[الكهف/٥٠]

''کیا پھر بھی تم اس (شیطان) کو اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔''

اس آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ جنات میں شادیاں ہوتی ہیں اور انسانوں کی طرح ان کے ہاں بھی اولاد ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ جنات میں انسانوں کی نسبت شرح پیدائش زیادہ ہے۔ جیسا کہ امام حاکم نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان الله جزأالانس والجن عشرة اجزاءً فتسعة منهم الجن والأنس جزءٌ واحدٌ،فلا يولد من الانس ولد الامن الجن تسعة"[مستدرك حاكم]

''اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں نو حصے جنات کے ہیں جبکہ انسانوں کا ایک حصہ ہے۔ انسانوں کا ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو جنات کے نو بچے پیدا ہوتے ہیں''۔ (واللہ اعلم!)

جنات حد سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں:

جنات بکثرت جھوٹ بولتے ہیں بلکہ جھوٹی قسم تک اٹھالیتے ہیں جیسا کہ ابلیس کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَانَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآاَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾[الاعراف/۲۰۔۲۱]

''پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کا پردہ بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ رکھا گیا تھا، اسے دونوں کے روبرو کھول دے اور وہ کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جاؤ۔ اور اس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارے لئے خیر خواہ ہوں'' (لہٰذا تم میری بات مان لوں)

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: شیطان نے حضرت آدمؑ وحواؑ کے لیے اللہ کی قسم کھائی اور کہا: میں تم سے پہلے کا یہاں رہنے والا ہوں اور اس جگہ کی ہر چیز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں'' [تفسیر ابن کثیر/ ج ۲ ص ۳۳۰]

کیا جنات دین وشریعت کے مکلّف ہیں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: جس طرح انسان مکلف ہیں اسی طرح جنات بھی شریعت کے مکلف ہیں، ان کو بھی انسانوں کی طرح کچھ اعمال بجالانے کا حکم دیا گیا ہے اور کچھ اعمال سے روکا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا،قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

وَشَهِدُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴾[سورۃ الانعام/۱۳۰]

''اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے تھے؟ وہ سب عرض کرنے لگے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈال رکھا اور یہ لوگ اقرار کرنے والے ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔''[مجموع الفتاوی /ج۱۳ص ٤٥]

ایک دوسری جگہ ابن تیمیہ ؒ رقمطراز ہیں: جنات بھی انسانوں کی طرح دین وشریعت پر عمل کے لحاظ سے ذمہ دار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو جن وانس (دونوں مخلوقوں) کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔[مجموع الفتاوی /ج۱۳ص ٤٩]

ایک اور جگہ ابن تیمیہ ؒ صراحت سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انسان کے لیے ضروری ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور تمام (جن وانس) کے لیے ان باتوں کو واجب قرار دیا ہے کہ وہ:

۱۔ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔

۲۔ جو دین وشریعت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائیں۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں۔

۴۔ صرف ان چیزوں کو حلال سمجھیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا ہے

۵۔ ان چیزوں کو حرام سمجھیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

۶۔ صرف ان چیزوں کو واجب سمجھیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب قرار دیا ہے یا جو شریعت میں واجب ہیں۔

۷۔ ان کاموں کو پسند کریں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔

۸۔ ان کاموں کو ناپسند کریں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ناپسند کیا ہے۔

۹۔اور یہ کہ جن وانس میں جس کسی پر بھی محمدﷺ کی رسالت کی حجت قائم ہوگئی اور وہ آپ ﷺ پرایمان نہیں لایا تو وہ اسی طرح عذاب کا مستحق ٹھہرے گا جس طرح کافر لوگ اس (عذاب) کے مستحق ہیں۔[مجموع الفتاوی /ج۱۹ص ۹]

علاوہ ازیں درج ذیل آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرح جنات کو بھی دین پر عمل کرنے کا مکلف (پابند) ٹھہرایا ہے:

﴿وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا﴾[الجن/۱۱]

''اور (جنات نے کہا کہ) بیشک بعض تو ہم میں نیک وکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں۔ہم مختلف طریقوں سے بٹے ہوئے تھے۔''

﴿وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًاo وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾[الجن/۱۴۔۱۵]

''ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں پس جو فرماں بردار ہوگئے انہوں نے تو راہِ راست کا قصد کیاo اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔''

﴿یٰقَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍo وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo﴾[الاحقاف/۳۱۔۳۲]

''(جب جنات اپنی قوم کے پاس گئے تو کہنے لگے) اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو ،اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گاo اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا پس وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر) اللہ کو عاجز نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کے مددگار نہ ہوں گے۔''

روز قیامت جنات سے کیا سلوک ہوگا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: انسانوں کی طرح جنات بھی شریعت کے مکلّف اور پابند ہیں حضرت محمدﷺ جن وانس کی طرف بھیجے گئے ہیں مختلف دلائل اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ جس طرح برے لوگ آگ کا عذاب پائیں گے، اس طرح کافر، فاسق اور نافرمان جنات بھی آگ کے عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ اصل اختلاف مؤمن جنات کے متعلق ہے (کہ آیا وہ بھی جنت میں جائیں گے یا نہیں) تو اس معاملے میں دو قول ہیں:

(۱) امام مالک، شافعی، احمد، ابو یوسف اور محمد رحمھم اللّٰہ کے ساتھیوں کی اکثریت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مؤمن جنات جنت میں داخل ہوں گے۔ امام طبرانیؒ نے ایک حدیث بھی اس سلسلہ میں نقل کی ہے کہ: "انهم يكونون في ربض الجنة، يراهم الانس من حيث لا يرونهم"

"جنات جنت کے ایسے مقام پر ہوں گے جہاں سے انسان تو انہیں دیکھ سکیں گے مگر وہ انسانوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔" [اسے امام طبرانی نے معجم الصغیر میں روایت کیا ہے لیکن اس روایت کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ [مجموع الفتاوی ج۱۳/ص ۴۹، ج٤/ص ١٤٦]

(۲) ابن تیمیہؒ نے ایک دوسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ:

ایک جماعت جن میں امام ابو حنیفہؒ بھی شامل ہیں، انہوں نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ فرمانبردار جنات چوپاؤں کی طرح مٹی ہو جائیں گے اور آگ سے نجات ہی ان کا بدلہ ہوگا۔ [مجموع الفتاوی / ج ٤ ص ١٤٦ / ج ١٩ ص ١٤٦]

اس مسئلہ میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: حق یہ ہے کہ مؤمن جنات مؤمن

انسانوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے اور یہی ہمارے اسلاف کی رائے ہے۔ بعض سلف صالحین نے اس مسئلہ میں درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾[الرحمٰن/۷۴]

''جن (حوروں) کو ان سے پہلے کسی جن اور انسان نے ہاتھ نہیں لگایا۔''

جبکہ یہ استدلال محل نظر ہے اس سے بہتر استدلال اس آیت سے ہوسکتا ہے:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ o فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾[الرحمٰن/۴۶۔۴۷]

''اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، دو دو جنتیں ہیں، پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن وانس پر اپنے احسان کا اظہار فرمایا ہے اور ہر نیک کام کرنے والے کے لیے جنت کا وعدہ کیا ہے۔[تفسیر ابن کثیر ج٤ ص ٢٦١]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس باب میں رقمطراز ہیں: جنات کے ہر مذہب کے لوگ انسانوں میں سے اپنے مذہب کے لوگوں کے ساتھ ہونگے۔ جو یہودی ہیں وہ یہودیوں کے ساتھ ہوں گے۔ عیسائی عیسائیوں کے ساتھ ہوں گے۔ مسلمان (جنات) مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے، فاسق فاسقوں کے ساتھ ہوں گے۔ اور جاہل اور بدعتی جاہل اور بدعتی انسانوں کے ساتھ ہوں گے۔[مجموع الفتاوی/ج١٣ص٤٩]

کیا جنات کو قتل کرنا درست ہے؟:

اسی طرح حضرت ابو سائبؒ سے مروی ہے کہ

میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے گھر گیا تو حضرت ابوسعیدؓ نماز پڑھ رہے تھے، میں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ اسی دوران میں نے گھر کے کونے میں کچھ کھڑ کنے کی آواز سنی، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک سانپ تھا۔ میں فوراً اچھل کر کھڑا ہوا تا کہ اسے ماردوں لیکن ابو

سعیدؒ نے مجھے (بیٹھنے کا) اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ جب آپؒ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے محلے میں موجود ایک گھر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کیا تمہیں یہ گھر نظر آ رہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپؒ نے فرمایا: اس گھر میں، ہم میں سے ایک نوجوان رہتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی ۔ جب ہم رسول ﷺ کے ساتھ جنگ خندق کے لیے گئے تو یہ نوجوان دوپہر کے وقت حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر چلے جاتا تھا۔ ایک دن جب اس نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا اسلحہ بھی ساتھ لے لو مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں بنو قریظہ کے یہودی تمہیں نقصان نہ پہنچائیں ۔اس شخص نے اپنا ہتھیار لے لیا اور گھر کی طرف لوٹا۔ اس کی بیوی دروازے کے درمیان کھڑی تھی، وہ نیزہ لے کر آگے بڑھا تا کہ اپنی بیوی کو مارے کیونکہ اسے (اس منظر نے) سخت غیرت میں ڈال دیا۔ اس کی بیوی نے کہا: اپنا نیزہ اپنے پاس رکھ اور گھر کے اندر جا کر دیکھ کہ مجھے کس چیز نے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ اندر داخل ہوا تو وہاں ایک بہت بڑا سا سانپ بستر پر بل کھائے ہوئے بیٹھا تھا، اس نے وہی نیزہ اس سانپ کو مارا اور اسے اس نیزے میں پرو دیا۔ پھر وہ باہر نکلا اور نیزے کو گھر کے صحن میں گاڑھ دیا مگر اسی اثناء وہ سانپ اچانک اس پر حملہ آور ہوا اور ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کون پہلے مرا ہے، سانپ یا نوجوان؟ پھر ہم سب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ آپ ﷺ اللہ سے دعا کریں کہ اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے زندہ کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ساتھی کے لیے مغفرت طلب کرو'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ میں بعض ایسے جنات ہیں جو اسلام قبول کر چکے ہیں اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اسے تین دن تک (بعض روایات کے مطابق تین مرتبہ) خبردار کرو، اگر اس کے بعد بھی وہ ظاہر ہو تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب قتل الحیات وغیرھا: حدیث (۵۸۳۹) سنن ابو داؤد: کتاب الادب: باب: فی اطفاء النار (۵۲۴۸) مسند احمد (۴۱/۳)]

اس حدیث کے تحت ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: جس طرح انسانوں کو ناحق قتل کرنا جائز نہیں اسی طرح جنات کو ناحق قتل کرنا بھی جائز نہیں (چونکہ قتل ظلم عظیم ہے اور) ظلم ہر حال میں حرام ہے خواہ مظلوم کوئی بھی شخص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾[المائدۃ/۸]

"کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کرے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔" [مجموع الفتاوی/ج۱۹ص ٤٤]

جنات کو قتل کرنے کی ایک صورت تو آنحضرت ﷺ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

"تم جنات کو (جو سانپوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں) تین مرتبہ مہلت دو (یعنی انہیں مارنے سے پہلے گھر سے نکل جانے کا کہو) اگر اس کے بعد بھی ان میں سے کوئی تمہیں نظر آئے تو اسے قتل کردو کیونکہ وہ سرکش جن ہے۔"

[صحیح مسلم: کتاب السلام: باب قتل الحیات وغیرھا۔۔۔حدیث (٥٨٤١)]

اس کے علاوہ قرآن وسنت کے مجموعی تناظر میں شیخ ابن تیمیہؒ ایک اور صورت کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں: "جب یہ بات ہوگئی کہ جنات موجود ہیں، فہم وفراست رکھتے ہیں بعض کاموں کے کرنے کا انہیں حکم دیا گیا ہے، بعض سے روکا گیا ہے، ان کو بھی اجر وثواب اور سزا سے دوچار ہونا ہوگا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نبی ورسول کو مبعوث فرمایا ہے تو پھر مسلمانوں پر واجب ہے کہ جس طرح انسانوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، اسی طرح جنات کو بھی نیکی کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں اور اللہ رب العزت کے دین کی دعوت دیں جس طرح کہ نبیؐ نے (جن وانس) کو دعوت دی تھی۔ اگر وہ جنات اعراض کریں تو پھر ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جائے جیسا کہ اعراض کرنے والوں سے کیا جاتا ہے۔ اور ان کے حملوں سے بھی اسی طرح بچاؤ کی کوشش کی جائے جس طرح کہ انسان کے حملوں سے بچاؤ کے لئے کی جاتی ہے"۔[مجموع الفتاوی (ج۱۹ص ۳۹)]

امام موصوف ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں :حملہ کرنے والے کا دفاع ضروری ہے، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"من قتل دون ماله فهو شهيد ،ومن قتل دون دمه فهو شهيد،ومن قتل دون دينه فهو شهيد"

''جو شخص اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہوگیا وہ شہید ہے اور جو اپنی جان کی (اور عزت کی) حفاظت کرتا ہوا یا دین کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوگیا، وہ بھی شہید ہے۔''

[سنن ابو داؤد :كتاب السنة :باب في قتال اللصوص (٤٧٥٩)سنن ترمذی :كتاب الديات:باب ماجاء في الحبس في التهمة (١٤٢١)سنن نسائی (٤٠٩٩)]

جب مظلوم اپنے مال کی حفاظت کے لیے حملہ کرنے والے کو قتل کرسکتا ہے تو پھر وہ اپنی عقل ،جسم اور عزت کی حفاظت کیوں نہیں کرسکتا ؟سرکش جن انسان کی عقل کو خراب کردیتا ہے،اس کے جسم کو عذاب سے دوچار کرتا ہے تو پھر اس سے دفاع ضروری ہے چاہے اس دفاع میں وہ (حملہ آور) قتل ہی کیوں نہ ہوجائے۔[مجموع الفتاوی/ ج١٩ص ٥٦]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا: کیا اہل علم کے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ حضرت علی ﷜ نے ایک جن کو قتل کیا تھا؟

تو شیخ نے جواب دیا کہ:''اہل علم کی رائے میں یہ ایک جھوٹا اور من گھڑت واقعہ ہے، نہ تو حضرت علیؓ نے کسی جنگ میں کسی جن کو قتل کیا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ میں سے کسی اور سے جنات سے جنگ کرنا اور انہیں قتل کرنا منقول ہے ...... جنگوں میں حضرت علیؓ یا دیگر صحابہ کرامؓ کا جنات سے قتال کرنے کا کوئی واقعہ ثابت نہیں،البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام کے دوست مسلمان جنات کافر جنات سے لڑائی کرتے ہوں،اس لئے صحابہ کرامؓ کو ان سے قتال کی ضرورت ہی نہ پیش آتی ہو''[مجموع الفتاوی (ج٤ص ٣٠٠)]

باب دوم (۲)

جنات کا انسان کو ایذا اور تکلیف دینا

جس طرح بعض انسان دوسرے انسانوں پر ظلم وستم کرتے اور انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں ،اسی طرح جنات بھی مختلف طریقوں سے انسان کو تکلیف پہنچاتے اور پریشان کرتے ہیں ۔اگرچہ بعض لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا فی الواقع ہوتا ہے اور اس سے بہر طور انکار نہیں کیا جا سکتا۔اس باب میں ہم ائمہ سلف کی تحریروں کی روشنی میں یہ بات ثابت کریں گے کہ جنات انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔اور یہ بھی واضح کریں گے کہ ان کی ایذا دہی کی کیا کیا صورتیں ہیں جبکہ اس کے بعد والے باب میں جنات کے حملوں سے دفاع اور ان کی ایذاء دہی سے بچاؤ کی جائز اور ناجائز صورتوں پر روشنی ڈالی جائے گی ۔(مترجم ومرتب)

جنات کا بدنِ انسانی میں داخل ہونا:

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات ،انسان کے بدن میں داخل ہو جاتے ہیں اور انسان کو سخت تکلیف سے دوچار کرتے ہیں لیکن بعض لوگ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔شیخ ابن تیمیہؒ ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

جاہل اور گمراہ لوگ جنات کے بدن انسانی میں دخول کے منکر ہیں ،معتزلہ (ایک عقل پرست گمراہ فرقہ)میں سے ایک گروہ جن میں جبائی ،ابو بکر الرازی اور چند دیگر لوگ شامل ہیں ،انہوں نے مجنوں شخص کے جسم میں جنات کے داخل ہونے کی نفی کی ہے لیکن اس کے باوجود وہ جنات کے وجود کے منکر نہیں ہیں۔[مجموع الفتاوی (ج۱۹ص ۱۲)]

بدنِ انسانی میں جنات کے دخول کے دلائل:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے جنات کا وجود ثابت ہے اور اس بات پر امت کے سلف صالحین اور تمام ائمہ کرام کا اتفاق رہا ہے، اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام ائمہ کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جن بدن انسانی میں داخل ہو سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ"[البقرة/۲۷۵]

"(روزِ حشر) سود خور لوگ اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے۔"

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں: اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کی حالت کو مجنون شخص کے مشابہہ قرار دیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص جنات کے اپنے اوپر مسلط ہو جانے کی وجہ سے ایک صحیح وتندرست انسان کی طرح کھڑا نہیں ہو سکتا اسی طرح سود خور بھی محشر میں رب کے حضور لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہوگا۔[تفسیر ابن کثیر/ ج ۱ ص ٤٨٧]

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں ان لوگوں کا قول غلط ثابت ہوتا ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ جنات انسانی جسم میں داخل نہیں ہو سکتے۔[تفسیر قرطبیؒ/ ج ۳ ص ۳۵۵]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی کے مختلف حصوں میں جنات کے وجود سے متعلقہ بعض روایات نقل کی ہیں، جنہیں ہم اصل مصادر ومراجع سے تقابل کے بعد ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

۱۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ فرماتے ہیں:

((شكوت الى رسول الله ﷺ نسيان القرآن ،فضرب على صدري بيده فقال :ياشيطان اخرج من صدرعثمان ،ففعل ذلك ثلاث مرات ،قال عثمان :فمانسيت منه شيئا بعد احببت ان اذكره))

''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے (نماز میں) قرآن کے بھول جانے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر مارا اور (میرے منہ میں تھوکتے ہوئے) فرمایا: اللہ کے دشمن شیطان! نکل جا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس طرح کہا۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں جو چیز یاد کر لیتا وہ مجھے نہیں بھولتی تھی''

[سنن ابن ماجه كتاب الطب باب الفزع والارق...(٣٥٤٨)سلسلةالاحاديث الصحيحة (٢٩١٨/٦)میں امام البانیؒ نے اسے حسن کہاہے۔]

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو رسول اللہ ﷺ! کے پاس لائی اور کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ اس پر جنات کا سایہ ہے، جنات اس پر اس وقت حملہ کرتے ہیں جب ہم کھانا کھانے کے لیے بیٹھتے ہیں اور ہمارا کھانا وہ خراب کر دیتے ہیں! آپ ﷺ نے اس بچے کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ فوراً ہی اس بچے نے قے کر دی اور اس کے منہ سے کتے کے پلے کی طرح کا ایک چھوٹا سا جانور نکلا اور بھاگ گیا۔''

[مجمع الزوائد (٢/٩)مسندداري :مقدمة:كتاب علامات النبوة (٢٠)یہ الفاظ کہ ''......اس بچے نے قے کردی اور اس کے منہ سے کتے کے پلے کی طرح کا ایک چھوٹا سا جانور نکلا اور بھاگ گیا......'' صحیح سند سے ثابت نہیں البتہ نفس واقعہ شواہد کی بناپر حسن درجے تک پہنچ جاتاہے۔اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو'' عاملوں، کاہنوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹ مارٹم'' از حافظ مبشر حسین لاھوری]

۳۔ حضرت صفیہ بنت حییؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان الشيطان يجرى من ابن آدم مبلغ الدم))

''شیطان، آدمؑ کی اولاد (کے جسم) میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔''

[صحیح بخاری :كتاب الأدب:باب التكبير والتسبيح عندالتعجب (٦٢١٩)ابو داؤد: كتاب السنة :باب فى ذرارى المشركين (٤٧٠٦)ابن ماجه (١٧٧٩)احمد(١٦٥/٣)]۔

شیخ ابن تیمیہؒ سورۃ بقرۃ کی مذکورہ آیت (۲۷۵) کے تحت نقل کرتے ہیں کہ: امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے عبداللہ نے ان سے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جن انسانی جسم میں داخل نہیں ہوتا تو امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا کہ بیٹا! لوگ جھوٹ بولتے ہیں، جنات تو انسان کی زبان سے بولتے ہیں۔ [مجموع الفتاوی / ج۱۹ ص ۱۲]

ایک دوسری جگہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: ائمۃ المسلمین میں سے کوئی بھی اس بات کا منکر نہیں کہ جنات بدن انسانی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جو کوئی اس بات کا انکار کرے اور یہ دعوی کرے کہ شریعت اس بات کی تکذیب کرتی ہے تو یقیناً اس شخص نے شریعت پر بہتان باندھا کیونکہ شریعت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو جنات کے بدن انسانی میں دخول کی نفی کرتی ہو۔ [مجموع الفتاوی / ج ۲٤ ص ۱۵٤۔۱۵۵]

قاضی عبدالجبار ھمذانیؒ فرماتے ہیں کہ: ''جب جنات کے لیے اجسام لطیفہ تجویز ہو گئے کہ وہ ہوا کی مانند ہیں تو ہمارے اجسام میں ان کا داخل ہونا ناممکن نہیں رہا۔ بلکہ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہوا یا سانس بار بار داخل ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ایک ہی قالب میں دو جوہرا کھٹے ہو جائیں کیونکہ وہ بطور پڑوسی کے اکھٹے ہوتے ہیں نہ کہ وہ ایک دوسرے میں حل ہو جاتے ہیں۔ جنات ہمارے اجسام میں ایسے ہی داخل ہوتے ہیں جس طرح ہوا برتن میں داخل ہو جاتی ہے۔''

[آکام المرجان ص ۱۰۸ بحوالہ وقایۃ الانسان (مترجم) ابو حمزہ ظفر اقبال ص ٦٦]

جنات بدن انسانی میں داخل کیوں ہوتے ہیں؟:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کی تین بڑی وجوہات بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ انسانوں کو جناتی مرگی بعض اوقات جنات کے عشق و محبت کے سبب ہوتی ہے یعنی کوئی مذکر جن کسی انسان عورت پر یا کوئی مؤنث جن کسی انسان مرد پر عاشق ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان اور جنات آپس میں شادی کر لیتے ہیں اور اولاد بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ بیشتر علماء کرام نے اس بات کو ذکر کیا ہے اور کئی علماء نے اس نکاح کو ناپسند بھی کیا ہے۔

یاد رہے کہ حافظ ابن قیمؒ نے اپنے استاد ابن تیمیہؒ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ میرے استاد نے بتایا کہ ایک دن ایک مرد سے جن نے نکلنے سے انکار کیا تو میں نے اس کی اچھی بھلی مرمت کی، تو اس مار کے دوران ایک جن عورت بولی، میں اس مرد سے محبت کرتی ہوں تو میں نے کہا: یہ مریض تجھ سے نفرت کرتا ہے! [زادالمعاد از ابن قیمؒ / ج ٤ ص ٦٢۔٦٣]

اس واقعہ کو آگے چل کر ہم تفصیل سے ذکر کریں گے۔یہاں اس کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ بعض اوقات جنات انسان پر عاشق ہو جانے کی وجہ سے ان کے جسم میں داخل ہو کر تکلیف پہنچاتے ہیں ۔(مترجم ومرتب)

۲۔ بعض اوقات جنات ،انسان سے نفرت کی وجہ سے یا کسی ظلم کا انتقام لینے کی غرض سے ان کے جسموں میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی انسان جنات کے رہنے کی جگہ پر پیشاب کر کے یا گرم پانی ڈال کر یا اس طرح کا کوئی اور عمل کر کے جنات کو تکلیف پہنچا بیٹھتا ہے، اگر چہ انسان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں ہوتی کہ میرے اس عمل سے کسی جن کو تکلیف پہنچی ہے کیونکہ جنات ہمیں دکھائی تو دیتے نہیں۔چنانچہ جنات جوابی کارروائی میں انسان کو تکلیف پہنچانا شروع کر دیتے ہیں بلکہ جنات میں جہالت اور ظلم وسرکشی کا وصف چونکہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے ،اس لئے جب وہ انسانوں کو سزا دینے لگتے ہیں تو ان کے ایسے غیر ارادی جرم کی جرم سے بھی کہیں زیادہ سزا دے ڈالتے ہیں۔حتی کہ معمولی زیادتی پر جان سے بھی مار ڈالتے ہیں!

۳۔ بعض اوقات انسانوں کی طرف سے کوئی بھی زیادتی نہیں ہوئی ہوتی لیکن جنات بلاوجہ تنگ کرنے کی نیت سے انسانوں کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بعض بے وقوف اور سرکش انسان دوسرے انسانوں کو شرارتِ طبع کی وجہ سے تنگ کرتے اور اس پر خوش ہوتے ہیں۔

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں کہ:اگر جنات کا ظلم پہلی قسم (یعنی عشق ومحبت کی وجہ) سے ہوتو یہ صراحتاً اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ برائیوں میں سے ہے، کیونکہ آپس میں عاشقانہ تعلقات استوار کرنا انسانوں کے لیے بھی حرام ہے،خواہ ایسا باہمی رضامندی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو اور جب ایسا تعلق فریقِ ثانی کی ناپسندیدگی کی صورت میں ہو، پھر تو یہ اور زیادہ کھلی فحاشی ، بے حیائی اور ظلمِ عظیم ہے۔لہٰذا اگر عشق ومحبت کے چکر میں کوئی جن کسی انسان کو تکلیف پہنچا رہا ہو تو اسے مخاطب کر کے بتایا جائے کہ یہ صریح ظلم ہے، ایسا کرنا قطعی حرام،کبیرہ گناہ ،برائی اور زیادتی ہے تا کہ ان جنات کے خلاف حجت قائم

ہو جائے اور وہ جان لیں کہ ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا گیا ہے۔

اور اگر جنات اس وجہ سے داخل ہوئے ہیں کہ انسان نے جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے کسی جن کو تکلیف پہنچائی ہے تو پھر جنات کو مخاطب کر کے بتلایا جائے کہ اس بات کا علم اس انسان کو نہیں تھا (کہ تم پر ظلم ہو رہا ہے کیونکہ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا) اور جو جان بوجھ کر کسی کو تکلیف نہ پہنچائے وہ سزا کا حقدار نہیں اور اگر اس انسان نے وہ کام (جس سے جنات کو تکلیف پہنچی) اپنے گھر یا اپنی ملکیت میں کیا ہو تو اس کو وہاں مکمل اختیار ہے، وہ جو چاہے وہاں کر سکتا ہے۔ ان جنات کو یہ بھی بتایا جائے کہ تمہارے لیے کسی انسان کے گھر یا اس کی ملکیت میں اس (انسان) کی اجازت کے بغیر رہنا جائز نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے رہائش کے طور پر کھنڈرات، غیر آباد مکانات اور صحرا و جنگلات ہیں۔"

[مجموع الفتاوی (ج۱۹ص ۳۹۔۴۰) واضح رہے کہ یہ تینوں اسباب ابن تیمیہؒ نے ایک دوسری جگہ (جلد۱۳ /صفحہ ۳۷) پر اختصار سے بھی بیان فرمائے ہیں۔]

جنات کا، مال چرا کر انسانوں کو تکلیف دینا:

سرکش جنات کا انسانوں کو ایذاء پہنچانے کا پہلا حربہ تو بدن انسانی میں دخول کا تھا جبکہ دوسرا حربہ یہ ہے کہ یہ انسانوں کا مال چوری کر لیتے ہیں۔ جو لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ "جنات تو کوئی چیز اٹھا نہیں سکتے" ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات اشیاء کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ﴾ [سبا/۱۲۔۱۳]

"اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے

عذاب کا مزہ چکھائیں گے ٥ جو کچھ سلیمانؑ چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں ......''

اسی طرح ایک حدیث میں نبیؐ سے یہ الفاظ ثابت ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان عدو الله ابليس جاء بشهاب من نار ليجعله في وجهي ......))

''تحقیق اللہ کا دشمن ،شیطان آگ کا شعلہ لے کر آیا تا کہ وہ اسے میرے چہرے پر گرائے۔''

[صحيح مسلم : كتاب المساجد:باب جواز لعن الشيطان في اثناء الصلاة، والتعوذ منه،وجواز العمل القليل في الصلاة (١٢١١)سنن نسائي :كتاب السهو:باب لعن ابليس والتعوذ بالله منه في الصلاة (١٦١٦)]

مذکورہ بالا آیت اور حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جنات چیزوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں ۔لہذا جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر جنات کے لیے مال چرانے میں کیا مشکل ہے؟ جنات کا مقصد مال چرانے کا صرف یہی ہوتا ہے کہ انسان کو تنگ کیا جائے ۔اس مقصد کے لئے وہ ایک چال یہ بھی چلتے ہیں کہ مکمل مال نہیں چراتے صرف کچھ حصہ چرا کر اسے کسی اور جگہ رکھ دیتے ہیں اور انسان اپنے عزیز و اقارب کے متعلق بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات اختلاف اور ناچاقی کی فضا بھی اس وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے جبکہ شیطان جنات اس سے خوش ہوتے ہیں!

گھروں میں بسیرا کر کے تنگ کرنا:

جنات لوگوں کو اس طریقے سے بھی ایذا پہنچاتے ہیں کہ انسانوں کے گھروں یا قرب وجوار میں سانپوں یا کتوں کی شکل میں بار بار ظاہر ہوتے ہیں تا کہ انسان ان کو دیکھ کر خوف زدہ ہوں اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی انسان زیادہ خوف زدہ ہو جاتا ہے تو جن اس حالت میں اس کے جسم میں داخل ہو کر اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔

باب سوم (۳)

جنات نکالنے کی جائز اور ناجائز صورتیں

قرآن وسنت کی رو سے جنات کا وجود، بدنِ انسانی میں ان کا دخول اور ان کی ایذادہی کی مختلف صورتوں کا بیان گذشتہ سطور میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، اب مسئلہ یہ ہے کہ انسان ان جنات سے اپنا اور اپنے مال، گھر بار وغیرہ کا تحفظ کس طرح کرے؟

اس باب میں ہم قرآن وسنت اور ائمہ سلف کی تحریروں کی روشنی میں جنات سے تحفظ کے صحیح اور جائز طریقے بیان کریں گے کہ کس طرح جنات سے انسان اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال اور مال ودولت وغیرہ کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض کسی شخص کے جسم میں جنات داخل ہو کر اس پر مسلط ہو جائیں یا جسم میں داخل ہوئے بغیر اسے تنگ کرنا شروع کر دیں تو اس کا تحفظ اور روحانی علاج کس طرح کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس باب میں نام نہاد عاملوں، کاہنوں اور نجومیوں کے طریقہ علاج کی شرعی حیثیت پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ ان شاء اللہ! (مترجم ومرتب)

کیا بدن انسانی سے جن نکالنا جائز ہے؟

جب کسی شخص کے بدن میں جن داخل ہو جائے تو جو شخص شرعی طریقے کے مطابق جن نکالنے کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اس مظلوم (جس کے بدن میں جن داخل ہو گیا ہے) کی مدد کرنا فرض ہے۔ گویا جن نکالنا شرعاً جائز ہی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ضروری بھی ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں تاہم یہ بات ضروری ہے کہ جنات نکالنے کے لئے ایسے طریقے اختیار نہ کئے جائیں جو قرآن وسنت کے منافی ہوں۔

شیخ ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ: مظلوم کو ظلم سے بچانا اور اس کی مدد کرنا جائز بلکہ مستحب اور کبھی تو واجب بھی ہو جاتا ہے۔ حسب طاقت مظلوم کی مدد کرنے

کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ صحیحین میں براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ

اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ...... جن میں 'مظلوم کی مدد کرنا' بھی شامل ہے۔

[صحیح بخاری :کتاب الاء دب:باب تشمیت العاطس(٦٢٢٢)صحیح مسلم: کتاب اللباس:باب تحریم استعمال اناء الذهب...(٥٣٨٨)احمد(ج٤ص ٢٨٤)]

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((انصر اخاک ظالما اومظلوما،قالوا :یارسول اللهﷺ،هذا ننصره مظلوما ،فکیف ننصره ظالما؟فقال :تاخذ فوق یدیه))

[صحیح البخاری :کتاب المظالم ـباب اعن اخاك ظالما اومظلوما(٢٤٤٤)صحیح مسلم :کتاب البروالصلة ـباب نصرالاخ ظالماو مظلوما(٦٥٨٢)سنن ترمذی: کتاب الفتن(٢٢٥٥) احمد(ج٣ص ٩٩، ٢٠١)]

"تو اپنے ظالم اور مظلوم بھائی (دونوں کی) مدد کر۔صحابہ کرامؓ نے کہا:اے اللہ کے رسول ﷺ!ہم مظلوم کی تو مدد کریں گے (کہ اس سے ظلم کو ختم کیا جائے) لیکن ہم ظالم کی مدد کیسے کریں؟آپؐ نے فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑلو' (یعنی اسے ظلم سے روک لو)

اس حدیث سے مظلوم سے تکلیف دور کرنے کے متعلق ثبوت حاصل ہوتا ہے۔صحیح مسلم میں حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

((من نفسی عن مؤمن کربة من کر ب الدنیا نفس الله عنه کربة من کرب یوم القیامة .....فی عون اخیه))

[صحیح مسلم :کتاب الذکرو الدعاء:باب فضل الاجتما ع ...(٦٨٥٣)سنن ابو داؤد:کتاب الادب:باب فی المعونة للمسلم (٤٩٣٨)سنن ترمذی: کتاب البروالصلة:باب ماجاء فی السترعلی المسلمین (١٩٣٠)سنن ابن ماجه :المقدمة: باب فضل العلماء...(٢٢٥)مسنداحمد(ج٢ص ٢٥٢)]

"جس نے کسی مؤمن بندے سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کیا،اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں سے کوئی سختی اس سے دور کرے گا۔جس نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیااور آخرت میں آسانی پیدافرمائے گااور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیااو رآخرت میں اس (کے عیبوں کی) پردہ

پوشی فرمائے گا۔اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔“

صحیح مسلم ہی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے ایسے دم کے بارے میں سوال کیا گیا جو شرعاً جائز ہو،تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”من استطاع منكم ان ينفع اخاه فليفعل ......“

[صحيح مسلم :كتاب السلام ـباب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة (٥٧٢٩)مسنداحمد(ج ٣ص ٣٠٢،٣٣٤،٣٨٢،٣٩٣)]

”تم میں سے جو کوئی طاقت رکھتا ہے کہ اپنے بھائی کو فائدہ پہنچائے تو وہ اسے ضرور فائدہ پہنچائے۔“

لیکن یہ فائدہ اور مدد اس طریقے سے کرے جس کا ثبوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ملتا ہو۔[مجموع الفتاوی/ ج١٩ص ٤٩،٥٠]

جنات نکالنا افضل اعمال میں سے ہے!

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے کسی نے سوال کیا:”کیا جنات نکالنا شرعاً جائز ہے“؟

تو شیخ ابن تیمیہؒ نے جواب دیا:یہ تو افضل اعمال میں سے ہے اور جنات نکالنا انبیاء اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔انبیاء کرام اور نیک لوگ ہمیشہ انسانوں سے سرکش جنات کو اس طریقے سے دور کرتے تھے جس (طرح دور کرنے) کا حکم اللہ نے دیا تھا۔امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب 'مسند احمد' میں اور امام ابوداؤد نے اپنی کتاب 'سنن ابی داؤد' میں مطر بن عبدالرحمٰن سے روایت لی ہے۔مطر کہتے ہیں کہ مجھے ام ابان بنت الوازع بن زراع بن عامر العبدی نے اپنے باپ وازع سے حدیث بیان کی کہ ان (ام ابان) کا دادا زراع رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو زراع کے ساتھ اس کا آسیب زدہ بیٹا یا بھانجا بھی تھا۔میرے دادا نے کہا:جب ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے تو میں نے کہا:میرا بیٹا یا بھانجا آسیب زدہ ہے، میں اسے آپ ﷺ کے پاس اس لیے لایا ہوں کہ آپ ﷺ (اس کی شفایابی کے لیے) اللہ سے دعا کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا:اسے

میرے قریب کرواوراس کی پشت میری جانب کردو۔زراع نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ اس کی پشت پر مارنے لگے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی ،اس وقت آپ ﷺ فرمارہے تھے :اللہ کے دشمن نکل !اللہ کے دشمن نکل !......[مجمع الزوائد (۳/۹)بحوالہ مجموع الفتاوی/ ج۱۹ص ۵۶۔۵۷]

آنخضرت ﷺ سے جنات نکالنے کا ثبوت!

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کئی احادیث ایسی ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنخضرت ﷺ بھی جن نکالا کرتے تھے۔ہم ان احادیث کوذیل میں ذکرکررہے ہیں۔

۱۔ ایک شخص (حضرت زراع) نبی اکرم ﷺ کے پاس آیااور کہا:میرا بیٹا یا بھانجا مجنون (یعنی آسیب زدہ/جنات کا شکار) ہے (راوی کوشک ہے کہ وہ لڑکا زراع کا بیٹا تھا یا بھانجا) میں اسے آپؐ کے پاس اس لیے لایا ہوں کہ آپؐ (اس کی شفایابی کے لیے)اللہ سے دعا کریں ! آپ ﷺ نے فرمایا:اسے میرے قریب کرواوراس کی پشت میری جانب کردو۔حضرت زراع نے کہا: پھرنبی اکرم ﷺ اس کی پشت پر مارنے لگے یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپؐ اس وقت یہ فرمارہے تھے۔''اخرج عدو الله ...... اللہ کے دشمن نکل جا!اللہ کے دشمن نکل جا!......حتی کہ وہ لڑکا بالکل صحیح وتندرست شخص کی طرح دیکھنے لگا،حالانکہ اس طرح وہ پہلے نہیں دیکھتا تھا......لیکن آپ ﷺ کی اس دعا (دم اورعلاج) کے بعد اس وفد میں ہر شخص اس لڑکے کو اپنے سے بہتر سمجھنے لگا۔

۲۔ امام احمد نے مسند احمد میں یعلی بن مرۃ سے حدیث نقل کی ہے کہ یعلی بن مرۃ نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی معیت میں تین ایسی چیزیں دیکھی ہیں جن کو مجھ سے پہلے بھی کسی نے نہیں دیکھا اور میرے بعد بھی کسی نے نہیں دیکھا۔میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں نکلا۔ہم ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرے جس کے ہمراہ اس کا بیٹا تھا تو اس عورت نے کہا:اے اللہ کے رسول ﷺ!میرے اس بیٹے کو مصیبت پہنچی ہے جس کی وجہ سے ہم پریشان ہیں اسے ایک ہی دن میں جنات اتنی مرتبہ اذیت سے دوچار کرتے ہیں کہ ہم اسے شمار نہیں کرسکتے......! آپ

ﷺ نے بچے کو پکڑ کر اس کا منہ کھولا اور تین مرتبہ پھونک ماری اور فرمایا "بسم اللہ اناعبداللہ واخساء عدو اللہ / اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، میں اللہ کا بندہ ہوں، اے اللہ کے دشمن! ذلیل وخوار ہو جا"...... پھر آپ ﷺ نے وہ بچہ اس عورت کے سپرد کر دیا...... بعد میں اس عورت نے آپ ﷺ سے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، ابھی تک ہمیں (یعنی ہمارے بچے کو) اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی......"

[مسند احمد (ج ٤ ص ١٧٠-١٧٣) دلائل النبوة للبيهقي (١٨/٦-١٩) المعجم الكبير للطبراني (٨٣٤٧) مصنف ابن ابي شيبه (٤٨٨/١١)]

٣۔ یعلی بن مرۃؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ "ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ لائی جسے جناتی اثرات تھے۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس عورت نے ہدیے کے طور پر دو دنبے، گھی اور پنیر پیش کیا، آپ ﷺ نے خادم کو کہا کہ ایک دنبہ رکھ لو اور باقی چیزیں انہیں واپس لوٹا دو"۔

[أحمد (ج ٤ ص ١٧٠-١٧٢) مجمع الزوائد (٤/٩) دلائل النبوة للبيهقي ج (١٨/٦)]

٤۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: عبدالرزاق نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہم کو معمر نے عطاء بن سائب سے بیان کیا عطاء بن سائب نے عبداللہ بن حفص سے، عبداللہ بن حفص نے یعلی بن مرۃ الثقفیؓ سے روایت کیا: وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین چیزیں دیکھیں...... (پھر پوری حدیث بیان کی اور اس میں یہ بھی کہا کہ) پھر ہم ایک چشمے کے پاس سے گزرے تو وہاں پر ایک عورت اپنے مجنوں بچے کو لے کر آئی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے نتھنے سے پکڑا اور کہا:

"اخرج انی محمد رسول اللہ" [مسند احمد / ج ٤ ص ١٧٣]

"(اے اللہ کے دشمن!) نکل جا بیشک میں اللہ کا رسولﷺ ہوں......"

اس عورت نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ہم نے آپؐ کے بعد (یعنی آپؐ کے دم کرنے کے بعد) اس بچے میں پھر کبھی کچھ عیب نہیں دیکھا۔ [مجموع الفتاوی / ج ١٩ ص ٥٧-٥٩]

شیخ ابن تیمیہؒ بھی جن نکالا کرتے تھے......!

بقیۃ السلف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بھی جن نکالا کرتے تھے۔اس سلسلے میں حافظ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ

بعض اوقات میرے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جنات سے متاثر (مریض) شخص کی طرف اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے جو مریض کے جسم میں موجود جن سے مخاطب ہو کر کہتا کہ شیخ الاسلام نے پیغام بھیجا ہے کہ اس جسم سے نکل جا (کیونکہ اس جسم میں داخل ہو کر اس مریض کو تنگ کرنا تمہارے لیے جائز نہیں تو) وہ جن صرف اتنا ہی پیغام سن کر بھاگ جاتا اور مریض کو افاقہ ہو جاتا۔تاہم بعض اوقات شیخ الاسلام جنات سے خود مخاطب ہوتے اور اگر جن زیادہ ہی سرکش ہوتا تو شیخ اسے مارتے اور جب مریض کے ہوش وحواس قائم ہوتے تو اسے مارنے پیٹنے کی بالکل خبر نہ ہوتی اور نہ ہی وہ کسی درد کی شکایت کرتا۔(اور نہ ہی اس کے جسم پر مار پیٹ کا کوئی نشان باقی ہوتا) اور ایسا بے شمار مرتبہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے......شیخ الاسلام اکثر وبیشتر ایسے مریض کے کان میں یہ آیت پڑھتے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾[المؤمنون/۱۱۵]

''کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف (یعنی اللہ کی طرف) نہیں لوٹائے جاؤ گے!''

......حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے میرے استاذ شیخ الاسلامؒ نے بتایا کہ انہوں نے آسیب زدہ شخص (مریض) کے کان میں یہ آیت پڑھی تو جن نے اپنی آواز کو خوب کھینچ کر (زور سے) کہا:

ہاں! (ہم اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے)

شیخ نے بتایا کہ یہ دیکھ کر میں نے لاٹھی اٹھالی اور مریض کی گردن کی رگوں پر اتنی دیر

تک مارا کہ میرے ہاتھ تھک گئے اور حاضرین مجلس کو یقین ہو گیا کہ اس مار کے نتیجے میں مریض مرجائے گا۔ مارنے کے دوران اس کے جسم سے ایک جن عورت بولی کہ

''میں اس مریض سے محبت کرتی ہوں۔''

میں نے جواب دیا کہ'' یہ مریض تم سے نفرت کرتا ہے''۔

اس جن (عورت) نے کہا:'' میں چاہتی ہوں کہ اس کے ہمراہ میں حج کروں''۔

میں نے اسے بتایا کہ'' یہ تمہارے ساتھ حج نہیں کرنا چاہتا''۔

پھر جن عورت نے کہا:''میں آپ کی بزرگی کے پیش نظر اسے چھوڑتی ہوں''۔

شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا:

''نہیں! بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانتے ہوئے اسے چھوڑ دو''۔

وہ بولی:''اچھا ٹھیک ہے....''

پھر وہ مریض اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیران ہو کر کہنے لگا:

شیخ صاحب کیوں آئے ہیں اور یہ لاٹھی وغیرہ سب کچھ کیا ہے؟...... میں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا، مجھے کیوں مارنے لگے ہو؟ حالانکہ اس مریض کو علم ہی نہ تھا کہ اسے توفی الواقع مار پڑ چکی ہے!'' [زاد المعاد، لابن قیمؒ ج٤ ص ٦٢]

جنات سے اشیاء محفوظ رکھنے کا طریقہ!

پچھلے باب میں ہم نے بیان کیا تھا کہ جنات انسان کو تنگ کرنے کے لئے کبھی کبھار ان کا مال چرا لیتے ہیں۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا مال ایسی جگہ پر رکھا تھا جہاں ہمارے سوا اسے کوئی نہیں جانتا تھا لیکن معلوم نہیں کہ وہاں سے کون اٹھا کر لے گیا ہے!۔ اگرچہ کوئی چور بھی ایسا کرتا ہے البتہ بعض اوقات تو سرکش جنات بھی ایسا کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان جنات سے انسان اپنے مال یا دوسری اشیاء (غلہ وغیرہ) کیسے محفوظ رکھے؟ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس مال کو ''بسم اللہ'' پڑھ

کر کسی چیز سے ڈھانپ دیا جائے یا اگر کسی دراز، خانے وغیرہ میں کوئی چیز رکھی ہو تو اسے بند کرتے وقت "بسم الله" کہہ کر بند کر دیا جائے، کیونکہ جنات بسم اللہ پڑھ کر ڈھانپی ہوئی چیز کو ننگا نہیں کر سکتے اور بسم اللہ پڑھ کر بند کیے گئے دروازے کو کھول نہیں سکتے۔

[صحيح مسلم : كتاب الأشربة:باب آداب الطعام و الشراب......حديث (٥٢٦٢)]

جنات بھگانے کے جائز طریقے

جنات اگر بدنِ انسانی میں داخل ہو جائیں تو انہیں نکالنا جائز ہے۔ اس کے کچھ تو جائز طریقے وہ ہیں جو ائمۂ سلف سے بھی ثابت ہیں اور کچھ ناجائز طریقے ہیں جن سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہیے۔ آئندہ سطور میں ہم وہ جائز طریقے بیان کریں گے جن کو بروئے کار لا کر جنات بھگائے جا سکتے ہیں۔

دم جھاڑ کے ذریعے

معالج قرآن مجید کی مختلف آیات اور اذکار مسنونہ کے ذریعے مریض پر دم کر کے جنات کو بھگا سکتا ہے۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں: جن اگرچہ عفریت (سب سے سرکش) قسم سے کیوں نہ ہو، وہ درحقیقت کمزور ہی ہے۔ آپ (معالج) اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس کا علاج تعوذات مثلاً آیۃ الکرسی، معوذات، مسنون دعائیں اور وہ دعائیں پڑھ کر کیا جائے، جن سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اور ان کے ساتھ ان گناہوں سے بھی بچا جائے جن کی وجہ سے سرکش جنات انسان کے بدن میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے والا شخص (معالج) مجاہد فی سبیل اللہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ جہاد اکبر کی طرح ہے اور معالج کو چاہیے کہ وہ خود بھی گناہ کے کاموں سے دور رہے۔ علاج کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ معالج آیت الکرسی پڑھے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ہے، آپؐ فرماتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے ماہ رمضان کی زکاۃ (صدقاتِ فطرانہ وغیرہ) کی حفاظت پر مامور کیا۔ (ایک رات میں پہرہ دے رہا تھا کہ) ایک شخص آیا اور (اپنے تھیلے میں) غلہ بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: خدا کی قسم! میں تجھے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میں بہت زیادہ حاجت مند ہوں۔ ابوھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: اے ابوھریرۃؓ! گذشتہ رات تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے سخت حاجت اور عیالداری کی شکایت کی، مجھے اس پر رحم آ گیا لہذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

''اما انہ قد کذب وسیعود، کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ دوبارہ آئے گا'' مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دوبارہ آئے گا۔ کیونکہ آپؐ نے اس کے آنے کے متعلق فرما دیا تھا لہذا میں اس کی تاک میں (گھات لگا کر) بیٹھ گیا۔ وہ آیا اور غلہ (اپنے تھیلے میں) ڈالنے لگا، میں نے اسے پھر پکڑ لیا اور کہا: اب تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس نے کہا: ''مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں، عیالدار (بچوں والا) ہوں اور میں اب نہیں آؤں گا۔'' ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ اب کی بار مجھے پھر اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ھریرۃؓ! تمہارے قیدی نے کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے بہت زیادہ حاجت مندی کی شکایت کی اور یہ کہا کہ بچوں کی ذمہ داری بھی پوری کرنی ہے، تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس نے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا۔''

چنانچہ میں نے تیسری رات بھی گھات لگائی (اور وہ واقعی آیا) اور غلہ (اپنے تھیلے میں) ڈالنا شروع ہو گیا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب تو میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے

لازماً پیش کروں گا! اب تو تین مرتبہ ہو چکا ہے تم یہ کہہ کر چھوٹ جاتے ہو کہ اب نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتے ہو!

اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، اس کے بدلہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تم اپنے بستر پر (سونے کی غرض سے) جاؤ تو یہ آیت (آیۃ الکرسی) پڑھو۔''اللہ لاالہ الاھو الحی القیوم...... پوری آیت آخر تک'' یہ پڑھنے سے تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ایک پہریدار (محافظ) آجائے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔ ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن کی بدولت اللہ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ (ابو ہریرۃؓ نے وہ بتائے تو) نبی اکرمؐ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے جبکہ خود وہ پرلے درجے کا جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرۃ! کیا تو جانتا ہے کہ تین راتوں سے تم کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ (جس سے تم یہ باتیں کرتے رہے ہو!)''

[صحیح البخاری: کتاب الوکالۃ: باب اذاوکل رجلافترك الوکیل---(۲۳۱۱)]

اُمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: اکثر اوقات جنات بدنِ انسانی میں نفرت اور انتقام لینے کی غرض سے داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ جنات خیال کرتے ہیں کہ فلاں انسان نے پیشاب کر کے یا گرم پانی گرا کر انہیں ایذا پہنچائی ہے حالانکہ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا (کہ جس جگہ اس نے پیشاب کیا ہے یا گرم پانی گرایا ہے وہاں پہلے سے کوئی جن موجود تھا کیونکہ جنات تو انسانوں کو نظر نہیں آتے)...... جب ایسا معاملہ ہو جائے کہ انسان کے علم میں یہ بات نہ ہو کہ اس کی وجہ سے کسی جن کو ایذاء پہنچی

ہے، تو وہ (معالج) جنات کو مخاطب کر کے بتلائے کہ اس بات کا علم اس انسان کو نہیں تھا (کہ تم پر ظلم ہو رہا ہے کیونکہ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا) اور جو عمداً کسی کو تکلیف نہ پہنچائے وہ سزا کا حقدار نہیں ہوتا اور اگر اس انسان نے وہ کام اپنے گھر یا اپنی ملکیت میں کیا ہو تو پھر اس کو تصرف کا مکمل اختیار ہے، اپنی ملکیت میں وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور معالج جنات کو یہ بھی بتائے کہ تمہارے لیے انسان کے گھر یا اس کی ملکیت میں ان کی اجازت کے بغیر رہنا جائز نہیں ہے بلکہ تمہاری رہائش کے لیے کھنڈرات، غیر آباد مکانات صحراء اور جنگلات ہیں" [مجموع الفتاوی / ج۱۹ ص ٤٠]

ایک دوسری جگہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: جنات جب انسان پر زیادتی کریں (مثلاً انسان کے بدن میں داخل ہو جائیں یا کسی اور طریقے سے ایذاء پہنچائیں) تو انہیں اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے باخبر کر دینا چاہیے تا کہ ان پر حجت قائم ہو جائے، انہیں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے، اور انہیں اس طرح تبلیغ کی جائے جس طرح انسانوں کو کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ [سورۃ اسراء/۱۵]

"اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب دینے لگیں۔"

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيٰتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ [الانعام/۱۳۰]

"اے جنات اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟" [مجموع الفتاوی / ج۱۹ ص ٤٣]

مار پیٹ اور زبردستی کے ساتھ

جب جنات پر حجت قائم کر دی جائے اور اس کے بعد بھی وہ بدنِ انسانی سے نکلنے سے انکار کر دیں تو مریض کے بدن پر ضربیں لگائی جائیں کیونکہ ان کی تکلیف مریض کو

نہیں بلکہ اس کے جسم میں موجود جن کو ہوتی ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

جناتی مرگی والے شخص کو ٹھیک کرنے کے لیے اور جنات کو بھگانے کے لیے مارنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس ضرب کا احساس اس مریض کو نہیں ہوتا بلکہ اس کے جسم میں داخل جن کو اس کی تکلیف پہنچتی ہے۔ جب مریض صحت یاب ہوتا ہے تو وہ خود بتلاتا ہے کہ اسے تو کوئی ضرب محسوس نہیں ہوئی اور اس کے جسم پر بھی کسی قسم کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ بعض اوقات مریض کے دونوں پاؤں پر کم وبیش تین چار سو ضربیں اتنی زور سے لگائی جاتی ہیں کہ اگر وہ ضربیں کسی صحیح انسان کو لگائی جائیں تو وہ مر جائے لیکن مریض شخص کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ ان ضربوں کی تکلیف 'جن' کو ہورہی ہوتی ہے، وہ جن چیختا چلاتا ہے اور حاضرین مجلس کی منت سماجت کرتا ہے اور اول فول بکتا رہتا ہے۔ [مجموع الفتاوی / ج۱۹ ص ٦٠]

ابن قیمؒ اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے متعلق رقم راز ہیں کہ

''بعض اوقات میرے استاذ اپنے کسی شاگرد کو مریض کے علاج اور جنات سے ہم کلامی کے لیے بھیجتے وہ وہاں جا کر کہتا کہ میرے استاد نے تجھے یہاں سے چلے جانے کا حکم دیا ہے۔ اتنا کہنے سے ہی مریض کو افاقہ ہو جاتا (اور اسے مارنے پیٹنے کی بالکل ضرورت ہی پیش نہ آتی) اور کبھی کبھار شیخ الاسلام خود جنات سے مخاطب ہوتے اور اگر جن زیادہ سرکش ہوتا تو شیخ اسے مارتے اور جب مریض کے ہوش وحواس قائم ہوتے تو اس کے جسم پر مار کا نشان یا تکلیف بالکل نہیں ہوتی تھی اور ایسا بے شمار مرتبہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے..... [زاد المعاد / ج ٤ ص ٦٢، ٦٣]

پانی میں قرآنی آیات بھگو کر پلانا......؟

مذکورہ بالا تین طریقوں کے علاوہ ائمہ سلف سے ایک طریقہ یہ بھی منقول ہے کہ قرآنی آیات کو کسی برتن میں لکھ کر یا کاغذ پر لکھ کر اسے پانی میں بھگو یا جائے اور پھر اس

پانی سے کچھ پانی مریض کو پلایا جائے اور کچھ اس کے جسم پر چھڑک دیا جائے۔اس عمل کی دلیل کے طور پر یہ قرآنی آیت پیش کی جاتی ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾[بنی اسرائیل/۸۲]

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔''

یہ آیتِ قرآنی قرآن کے شفاء ہونے پر عام ہے۔اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((عليكم بالشفائين :العسل والقرآن))

[سنن ابن ماجه : كتاب الطب:باب العسل :حديث (٣٤٥٢)ضعيف]

''دو شفا دینے والی چیزوں کو تھام رکھو (یعنی ان سے علاج کرو) شہد اور قرآن کریم۔''

نیز علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خير الدواء القرآن))

''(بیماریوں کی) بہترین دوا (علاج) قرآن کریم ہے۔''

[ابن ماجه :كتاب الطب:باب الاستشفاء بالقرآن: حديث نمبر (٣٥٠١)ضعيف]

اس مسئلہ میں امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ:قرآن مجید کی آیات کو مریض کے لیے پاک روشنائی سے لکھ کر دینا جائز ہے تاکہ مذکورہ مریض اس پانی سے نہائے اور اسے پیے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر علمائے کرام نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں :میں نے اپنے والد محترم کے سامنے ابن عباسؓ کی سند سے حدیث روایت کی کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں :جب کسی عورت کی ولادت مشکل ہو جائے تو معالج اس کے لیے یہ لکھے:

بِسْمِ اللّٰهِ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا﴾ ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَايُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍبَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

عبداللہ بن احمد نے فرمایا: میرے والد (یعنی امام احمد بن حنبلؒ) نے فرمایا: ہم کو اسود بن عامر نے اپنی سند سے اس معنی کی حدیث روایت کی اور یہ بھی کہا کہ مذکورہ بالا بیان کردہ دم صاف برتن میں لکھا جائے پھر (اس میں پانی ڈال کر) اسے پیا جائے۔ میرے والد نے یہ بھی فرمایا کہ اس سند میں وکیع نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ (وہ مریض) عورت اسے پیے اور اپنے بدن پر اس پانی کے چھینٹے بھی مارے۔ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم کو دیکھا ہے کہ آپ ایسی عورت کے لیے کسی پیالے یا صاف برتن میں یہ آیات (جو اوپر بیان ہوئی ہیں) لکھ دیتے تھے۔ [مجموع الفتاوی ج:۱۹ ص:۶۳]

اس مسئلہ میں حافظ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ: ائمہ سلف سے ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ قرآنی آیات لکھ کر (پھر انہیں بھگو کر) مریض کو پینے کے لیے دی جائیں۔ نیز مجاہدؒ فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن لکھ کر اسے بھگو کر مریض کو پلایا جائے، اسی طرح کی بات ابو قلابہ سے بھی ثابت ہے۔ [زاد المعاد ج ٤ ص ١٥٧]

قرآنی آیات لکھ کر پانی میں بھگونے اور پھر اس پانی کو پینے اور غسل کے لیے استعمال کرنے کے حوالہ سے بعض اہل علم تردد کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے بقول اول تو وہ تمام روایات جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ سلف نے ایسا کیا ہے، سنداً محل نظر ہیں اور اگر بالفرض انہیں صحیح بھی مان لیا جائے تو تب بھی قرآنی آیات وغیرہ کی بے ادبی کے پیش نظر اس سے اجتناب ہی مبنی بر احتیاط ہے۔ خود راقم کے خیال میں اس طرح آیات لکھ کر مریض کو پلانے اور غسل کرنے کی بجائے پانی پر دم کر دیا جائے۔ پھر اس پانی کو مریض پیتا بھی رہے اور چاہے تو غسل کے لیے بھی استعمال کر لے اور یہی پہلو مبنی بر احتیاط دکھائی دیتا ہے۔ (مترجم و مرتب)

جنات نکالنے کے ناجائز اور غیر مشروع طریقے

(۱) شرکیہ کلمات پر مبنی دم جھاڑ کے ذریعے

شرکیہ کلمات سے دم کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ شرک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔'' (سورۃ النسآء/۴۸، ۱۱۶)

دم درود کے بارے میں ایک حدیث میں ہے کہ

''لا باس بالرقی مالم تکن شر کا''

[صحیح مسلم :کتاب السلام:باب لاباس بالرقی....(۵۷۳۲)ابوداؤد :کتاب الطب:باب ماجاء فی الرقی (۳۸۸۲)سلسلة الصحیحه(۱۰۶۶)]

''دم کرنے میں کچھ حرج نہیں جب تک اس میں شرک (شرکیہ کلمات) نہ ہو۔''

اس حدیث کے تحت امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ: آنحضرت ﷺ نے شرکیہ دم سے منع فرمایا ہے،اس ممانعت میں جنات سے پناہ طلب کرنا بھی شامل ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْجِنِّ وَا لْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ (الجن/۶)

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔''

اسی وجہ سے علماء کرام نے علاج کے سلسلہ میں ایسے تمام دموں اور منتروں کو ناجائز قرار دیا ہے جنہیں بعض لوگ آسیب زدہ شخص کی صحت یابی کے لیے بروئے کار لاتے ہیں جبکہ وہ منتر شرکیہ کلمات پر مبنی ہوتے ہیں۔[مجموع الفتاوی /ج ۱ص ۲۲۸]

ایک دوسری جگہ شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: مسلمانوں کے مابین حرام ادویات مثلاً

مردار اور خنزیر سے تیار شدہ ادویات سے مجنون شخص کا علاج کرنے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن کفریہ اور شرکیہ کلمات سے مجنون شخص کے علاج کرنے کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔کیونکہ ایسے کلمات ہر حال میں حرام ہیں ۔شرکیہ کلمات سے دم کرنا کروانا مجبوری کے وقت کفریہ کلمات کے جواز کی طرح نہیں ہے۔[مجموع الفتاوی /ج ۱۹ ص ٦١]

(۲) مبہم الفاظ پر مشتمل دم جھاڑ

جس طرح شرکیہ کلمات سے دم کرنا جائز نہیں بالکل اسی طرح ایسے الفاظ سے دم کرنا بھی جائز نہیں جو مبہم ہوں اور ان کا مفہوم انسان کی سمجھ سے بالاتر ہو۔اس سلسلہ میں شیخ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں :اگر دم میں غلط اور ناجائز کلمات ہوں مثال کے طور پر ایسے کلمات جن سے شرک کی بو آتی ہو یا ایسے کلمات ہوں جن کا معنی سمجھ سے بالاتر ہو اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ یہ کلمات کفریہ معنی پر مشتمل ہونگے تو کسی بھی معالج کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسے کلمات سے دم کرے ۔اگرچہ ان وظائف کے ذریعے جنات بدنِ انسانی سے نکل سکتے ہوں مگر پھر بھی ان سے استفادہ حرام ہے کیونکہ جس کام کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے تو لامحالہ اس کا نقصان اس کے (عارضی) فائدے سے زیادہ ہی ہے۔[مجموع الفتاوی ج ٢٤ ص ١٥٥]

ایک دوسری جگہ ابن تیمیہ ؒ نے فرمایا: علماء کرام نے ان تمام قسم کے دموں سے منع فرمایا ہے جن کا مفہوم سمجھ سے بالاتر ہو اور وجہ ممانعت یہ بیان کی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ایسے وظائف واَوراد، شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوں۔[مجموع الفتاوی /ج ١ ص ٢٢٨]

(۳) جنات نکلوانے کے لیے کاہنوں کی خدمات حاصل کرنا

اس موضوع پر تفصیلات سے پہلے ضروری ہے کہ کاہنوں کا مختصر سا تعارف کروا دیا جائے کہ کاہن کسے کہتے ہیں؟ اور کیا آج کے دور میں بھی کاہن موجود ہیں؟ (مترجم)

لسان العرب میں ہے کہ'' کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کی خبریں بتائے اور غیب دانی کا دعویدار ہو۔''[ج:۱۳/ص:۳۶۳،بذیل مادہ 'کھن']

صاحب نہایہ فرماتے ہیں :'' کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کے حوالہ سے کائنات میں رونما ہونیوالے حوادثات کی خبر دے اور مخفی باتوں کو جاننے کا دعویٰ کرے''۔[النھایة في غریب الحدیث :بذیل مادہ ''کھن''نیز دیکھیے لسان العرب (۳۶۳/۱۳)]

امام نوویؒ عرافت ،بدفالی ،بدشگونی اور علم نجوم وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:''یہ تمام قسمیں کہانت ،کہلاتی ہیں اور شریعت نے ان تمام چیزوں کی ممانعت کی ہے اور اس طرح کا دھندا کرنے والوں کی تصدیق کرنے اور ان کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے''۔[شرح مسلم للنووی ،بذیل حدیث (۴۴۳)]

دور حاضر میں بھی کہانت کا پیشہ بڑا مقبول اور جاہل عوام میں بڑا معروف ہے۔اس دور میں ان کاہنوں نے اپنے آپ کو کاہن لکھنے کی بجائے ....عامل ،نجومی ،باوا،پروفیسر ....وغیرہ جیسے القابات سے متعارف کروا رکھا ہے حالانکہ ان سب کے کام کاہنوں والے ہی ہیں۔گویا نام کا فرق ہے کام وہی ہے۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ : نبی کریم ﷺ نے کاہنوں کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔کچھ علماء کے نزدیک نجومی بھی کاہن میں شامل ہے۔اہل عرب نے بھی ایسے ہی بیان کیا ہے۔[مجموع الفتاوی ،ج:۳۵ص:۱۱۷]

نیز فرماتے ہیں :اگر کوئی شخص کاہنوں کی تعظیم یا ان کی تصدیق کی نیت سے ان سے جنات کے متعلق سوال کرے تو یہ حرام ہے۔جیسا کہ معاویہ بن حکم سلمی سے روایت ہے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا :یارسول اللہ!

((أمورا کنا نصنعها في الجاهلية ، کنا نأتي الکهان ،قال :فلاتأتوا الکهان))

''اے اللہ کے رسول ﷺ دور جاہلیت میں ہم کئی کام کیا کرتے تھے (جن میں سے ایک

یہ تھا کہ)ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا(اب) کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو۔"

[صحیح مسلم :کتاب السلام:باب تحریم الکهانة واتیان لکهان: حدیث (۵۸۱۳)مسند احمد (ج:۳ص ۴۴۳/ج:۵ص:۴۴۷،۴۴۹)]

صحیح مسلم ہی میں آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من اتی عرافا فساله عن شیء لم تقبل له صلاة اربعین یوما "

[صحیح مسلم :کتاب السلام ـباب :تحریم الکهانة واتیان الکهان (۵۸۲۱)مسنداحمد (ج:۲ص:۳۲۹،ج:۴ص:۶۸)]

"جو کوئی عراف (خبریں بتانے والے) کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ۔"(ایضا)

ابن قیمؒ فرماتے ہیں :"بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے کاہنوں کے پاس جانے سے منع کردیا اور فرمایا کہ جو شخص کاہن وعراف کے پاس گیا ،اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کیا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانا اور ان کاہنوں ،عاملوں کی باتوں کو تسلیم کرنا کسی ایک دل میں یہ دونوں (متضاد) چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں ۔اگر چہ یہ کاہن کبھی کبھار صحیح بات بھی بتا دیتے ہیں لیکن اس کی نسبت ان کی خبریں جھوٹی زیادہ ہوتی ہیں اور وہ جن رشیطان جو انہیں مختلف باتیں بتاتا ہے یقیناً وہ انہیں کوئی صحیح بات بھی بتادیتا ہوگا تاکہ اس طرح لوگوں کو گمراہ کر کے فتنے میں ڈالا جائے"۔

مزید فرماتے ہیں :"اکثر لوگ ان کاہنوں اور عاملوں کو سچا سمجھتے ہوئے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کام میں جاہل ،احمق اور بے وقوف لوگ ،دیہاتی عورتیں اور حقیقتِ ایمان سے نابلد لوگ پیش پیش ہیں جو فتنے کا شکار ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بہت سے لوگ ان عاملوں کے متعلق حسنِ گمان رکھتے ہیں اگرچہ وہ کاہن وعامل پرلے درجے کا مشرک اور صریح کفر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔لیکن یہ احمق اس کے پاس جائیں گے، اس کے لیے نذرو نیاز اور تحائف کا اہتمام کریں گے اور اس سے دعا کرائیں گے ۔ہم

نے ایسے بہت سے لوگوں کے بارے میں خود مشاہدہ کیا اور سنا بھی ہے اور اس کا سب سے بڑا سبب اس دین حق سے ناواقفیت ہے جو اللہ تعالی نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔" [زادالمعاد /ج:٥ ص:٦٩٧]

حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((من أتى كاهنا أو عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد))

[سنن ابن ماجه : كتاب الطهارة:باب النهي عن اتيان الحائض (٦٣٩)مسند احمد (ج:٢ ص:٤٠٨، ٤٢٩)مسند دارمي : كتاب الوضوء]

"جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس گیا اور جو وہ کاہن کہتا ہے، اس کی تصدیق کی تو درحقیت اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔"

مذکورہ بالا وعیدوں میں وہ شخص شامل نہیں جو ان کاہنوں، نجومیوں اور عاملوں وغیرہ کو وعظ ونصیحت کرنے اور راہِ راست کی دعوت دینے یا ان کے کرتوت سمجھ کر لوگوں کو ان کی وارداتوں سے باخبر کرنے کی نیت سے ان کے پاس جاتا ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

کاہنوں سے ان کی حقیقت جانچنے، ان کے حالات سے باخبر ہونے اور ان کی سچائی اور جھوٹ کے درمیان فرق کرنے کے لیے ان سے سوال کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابن صیاد سے سوال کیا:

تیرے پاس کیا آتا ہے؟ اس نے کہا:

میرے پاس سچے اور جھوٹے آتے ہیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: تو کیا دیکھتا ہے؟

اس نے کہا: میں پانی پر عرش دیکھتا ہوں۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے کہا: میں نے اپنے دل میں کیا چھپا (سوچ) رکھا ہے؟

اس نے کہا: دھواں، دھواں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اخسأ فلن تعدو قدرک فانما أنت من اخوان الكهان"

''تو ذلیل ورسوا ہو جائے ،تو اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔تو تو کاہنوں کا بھائی ہے۔''
(روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ذہن میں 'سورۃ الدخان' سوچ رکھی تھی جس کا معنی ہے'دھواں')۔

[صحیح بخاری : کتاب الجنائز :باب اذا اسلم الصبی فمات ......(١٣٥٤)صحیح مسلم(٤٣٢٩)سنن ترمذی (٢٢٤٩)ابن حبان (٦٧٨٥)]

(۴) کاہنوں کی ملمع سازیاں اور کفر وشرک پر مبنی حرکتیں

روحانی علاج معالجہ کا دعویٰ کرنے والے بعض معالج درحقیقت کاہن ہوتے ہیں،وہ لوگوں کو یہ احساس دیتے ہیں کہ وہ شرعی طریقے سے جنات نکالتے ہیں ،اس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ قرآنی آیات بھی بآوازِبلند پڑھتے ہیں تاکہ مریض حضرات یہی سمجھیں کہ یہ قرآنی آیات اور اذکار مسنونہ سے علاج کرتا ہے۔حالانکہ یہ خبیث کاہن اور عامل حضرات قرآنی آیات لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے پڑھتے ہیں ورنہ یہ شرکیہ کلمات ہی کے ذریعے شیطانوں سے مدد حاصل کرکے دنیا کماتے اور اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں۔

ابن تیمیہؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:عام طور پر دم کرنے والے (کاہن،عامل) شرکیہ کلمات سے دم کرتے ہیں ۔وہ اس دم کے ساتھ قرآنی آیات کو اونچی آواز سے پڑھتے ہیں(تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ قرآن وسنت سے علاج کرتے ہیں)اور شرکیہ کلمات کو آہستگی سے ادا کردیتے ہیں۔[مجموع الفتاوی ،ج:١٩ص:٦١]

بعض اوقات یہ نام نہاد عامل حضرات قرآنی آیات کو الٹا کرکے پڑھتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح قرآنی آیات سے استہزاء ضرور کرتے ہیں۔اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جنات وشیاطین کو راضی کرکے مریض سے ان کی اذیت دور کی جائے۔ایسے تمام جاہل اور گمراہ کرنے والے عاملوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

باب چہارم (۴)

جنات کی خدمات حاصل کرنے کی شرعی حیثیت

بعض معالج یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس علاج معالجہ اور دیگر امور کے لیے جنات موجود ہیں جن کی خدمات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ نہ صرف یہ کہ آسیب زدہ لوگوں کا کامیاب علاج کر سکتے ہیں بلکہ چوری اور گمشدہ چیزوں کے بارے میں بھی صحیح معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

اس باب میں ہم ائمہ سلف کے حوالے سے ان سوالات کو زیرِ بحث لائیں گے کہ کیا جنات سے خدمات حاصل کرنا درست ہے؟ اور کیا جنات ازخود انسان کی مدد کر سکتے ہیں؟ علاوہ ازیں جنات کی خدمات حاصل کرنے کی جائز اور ناجائز صورتیں کون کون سی ہیں؟ آئندہ سطور میں ان سب کی وضاحت کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

جنات کی خدمات حاصل کرنے کی جائز صورتیں

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے جنات سے خدمات حاصل کرنے کی چند جائز اور ناجائز صورتیں ذکر کی ہیں، آئندہ سطور میں ہم پہلے جائز صورتوں کا تذکرہ کریں گے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ اگر کوئی شخص جنات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کا حکم دیتا ہے اور انہیں اسی طرح اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ (جنات) صرف اللہ کی عبادت کریں اور نبی ﷺ کی اطاعت کریں، جس طرح وہ شخص دیگر انسانوں کو بھی تبلیغ کرتا اور دین کی دعوت دیتا ہے، تو ایسا شخص اللہ کے افضل اولیاء میں سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کے خلفاء اور جانشینوں میں سے ہے۔ جس طرح یہ شخص جائز کاموں کے لیے کسی دوسرے انسان کی خدمات حاصل کر سکتا ہے، اسی طرح جائز کاموں کے لیے جنات کی خدمات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں مثلاً کوئی شخص انہیں فرائض پر عمل کرنے اور حرام کاموں

سے بچنے کا حکم دے یا اپنی حاجات کو پورا کرنے کا حکم دے تو ایسا شخص ان بادشاہوں جیسا ہوگا جو حکم جاری کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔[مجموع الفتاوی /ج:١١ص:١٦٩]

٢۔دوسری صورت یہ بھی ہے کہ جنات از خود انسان کے کام سرانجام دے جایا کریں۔یعنی انسان انہیں کسی کام کے کرنے کا نہ تو حکم دے اور نہ ہی اس سے گذارش کرے بلکہ وہ بغیر کسی طمع ولالچ کے انسان کا کام سرانجام دے دیں۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے (سینکڑوں میل دور میدان جنگ میں موجود ایک صحابی کو) جب پکارا: "یاساریة الجبل "[اے ساریہؓ پہاڑ کی طرف متوجہ ہو]تو آپؓ نے (اتنی دور سے انہیں پکارنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا کہ اللہ کے لشکر میری آواز حضرت ساریہ تک پہنچا دیں گے اور اللہ کے لشکر فرشتے اور نیک جنات ہیں۔اللہ کے لشکروں (فرشتوں اور نیک جنات) نے واقعی عمرؓ کی آواز کو حضرت ساریہؓ تک پہنچا دیا،عمرؓ کی اپنی آواز تو اتنی دور تک نہیں پہنچ سکتی تھی لہذا ان لشکروں ہی نے حضرت عمرؓ کی آواز کی طرح حضرت ساریہؓ کو پکارا ہوگا......[شیخ ابن تیمیہؒ نے تو مذکورہ روایت کی اگرچہ مندرجہ بالا توجیہ کی ہے تاہم دیگر اہل علم کے بقول یہ واقعہ بسند صحیح ثابت نہیں۔واللہ اعلم!](مترجم)

ایک اور حکایت ذکر کی گئی ہے کہ عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک لشکر (کسی کام کے لیے) روانہ کیا۔(کچھ دنوں کے بعد) ایک شخص آیا۔اس نے مدینہ والوں کو لشکر کی کامیابی کی خبر دی اور یہ خبر لوگوں میں مشہور ہوگئی (کہ مسلمانوں نے فتح حاصل کرلی ہے۔)عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا: تمہیں یہ خبر کس نے دی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: فلاں فلاں شکل وصورت کا ایک شخص آیا تھا،اس کا فلاں فلاں حلیہ تھا،اس نے ہم کو اس بات کی خبر دی ہے۔عمرؓ نے فرمایا: وہ جنات کا قاصد'ابوالھیثم' تھا جو ہمارے پاس خبر لایا تھا اور عنقریب تمہارے پاس انسانوں (مسلمانوں) کا قاصد (بھی یہی) خبر لے کر آئے گا۔[مجموع الفتاوی /ج:١٣ص:٥٠]

ڈاکٹر عمر سلیمان اشقر فرماتے ہیں: ''اگر کوئی جن اتفاقاً کسی انسان کی اطاعت کرنے لگتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ اطاعت جنات کی مرضی سے ہو اور بر سبیل تسخیر نہ ہو۔''[عالم الجن والشياطين ،از دكتور عمر سليمان اشقر(ص:٩٩)]

جنات سے خدمات حاصل کرنے کی ناجائز صورتیں

کچھ لوگ ناجائز طریقوں سے جنات کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔امام ابن تیمیہؒ نے بعض ایسی ناجائز صورتیں بھی بیان فرمائی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

ا۔بعض لوگ غیب کی خبریں حاصل کرنے کے لیے جنات کی خدمات حاصل کرتے ہیں، جس طرح کہ دور جاہلیت میں کاہن لوگ جنات سے خبریں حاصل کیا کرتے تھے۔ اس سے ان لوگوں کا مقصد دنیا میں جاہ وحشمت اور مال ودولت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اگر تو جنات سے غیب کی خبریں حاصل کرنے والا شخص غیر مسلم (کافر) ہے جس طرح کہ عرب کے کاہن تھے، تو پھر اسے بھی بلاشبہ کاہن کہا جائے گا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عرب میں بعض لوگ کہانت کا دھندہ کیا کرتے تھے۔جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بھی کاہن موجود تھے۔منافق لوگ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کاہنوں سے ہی کرواتے تھے۔ابو ابرق اسلمیؓ بھی اسلام قبول کرنے سے پہلے کاہن تھے۔

اور اگر جنات کی خدمات حاصل کرنے والا شخص مسلمانوں میں رہتا ہے، خود کو مسلمان کہلاتا ہے اور یہ بات ظاہر نہیں کرتا کہ یہ کہانت ہے بلکہ وہ اس کو کرامات خیال کرتا ہے تو ایسے شخص کو متنبہ ہونا چاہیے کہ یہ کہانت ہی کی قسم ہے اور جنات انسانوں کی خدمات (غیب کی خبریں وغیرہ دے کر) اس وقت تک نہیں کرتے جب تک وہ انسان سے فائدہ حاصل نہ کرلیں۔اور جنات انسان سے یہ فائدہ چاہتے ہیں کہ وہ شخص شرک کرے، بے حیائی وبدکاری کرے، حرام کھائے یا بلاوجہ کسی کو قتل کرے۔(اور جب انسان ان حرام کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کرتا ہے تو جنات بھی اس کا مطلوبہ کام کردیتے ہیں۔

۲۔بعض لوگ جنات سے مال ودولت، کھانا دانا اور کپڑے وغیرہ حاضر کروانے کے لیے خدمات حاصل کرتے ہیں۔جنات ان کے کئی کام کردیتے ہیں۔کبھی کبھی کسی مدفون خزانے کی رہنمائی بھی کردیتے ہیں لیکن اس کے بدلے میں جنات ان سے کفر، گناہ اور نافرمانی والے کام بھی ضرور کرواتے ہیں۔[مجموع الفتاوی /ج:۱۳ ص:٤٧،٤٨]

۳۔ایک اور جگہ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: اگر کوئی شخص جنات کو ان کاموں کے لیے استعمال کرتا ہے جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے تو ایسا شخص بلاشبہ گناہ اور

ظلم وزیادتی کا مرتکب ٹھہرتا ہے ۔مثلاً وہ شخص ان سے شرک کرواتا ہے یا کسی معصوم کو قتل کرواتا ہے یا کسی کو بیمار کر کے یا اس کا حافظہ خراب کر کے یا اس کے ساتھ فحش حرکت کر کے اس پر زیادتی کرواتا ہے تو یہ سب گناہ اور ظلم وزیادتی کے کام ہیں جن میں انسان جنات سے مدد حاصل کر رہا ہے ۔اسی طرح اگر وہ شخص ان سے کفریہ اعمال میں مدد لیتا ہے تو وہ کافر شمار ہوگا،اور اگر ان سے گناہ کے کاموں میں مدد لیتا ہے تو وہ گناہ گار شمار ہوگا۔

بعض مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ جنات سے کام لینے والے شخص کا شریعت کے متعلق علم ناقص ہوتا ہے ۔لہذا جن کاموں میں وہ جنات سے مدد لیتا ہے انہیں اپنی کرامات پر محمول کرتا ہے مثلاً ان سے حج کرنے میں مدد لینا یا انہیں یہ حکم دینا کہ اگر کوئی بدعت کا عمل ہو تو مجھے فوراً وہاں سے اڑا کر دور لے جانا ،یا میدان عرفات میں لے جانا۔ ایسا اس دھوکے کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ کہیں وہ شخص ان شرعی راستوں پر چل کر حج نہ کر لے جن پر چل کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حج کرنے کا حکم دیا ہے ۔ مذکورہ شخص درحقیقت ایک کم فہم آدمی ہو سکتا ہے جسے جنات بیوقوف بنا رہے ہیں۔

عوام الناس میں سے اکثر لوگ لاعلمی کی وجہ سے کسی شخص کے بارے میں خیال نہیں کرتے کہ اس نے جنات قابو کر رکھے ہیں بلکہ اکثر لوگوں نے یہی سنا ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کے لیے کرامات ظاہر ہوتی رہتی ہیں ۔مزید برآں یہ کہ ان سادہ لوح لوگوں کے پاس ایمان وقرآن کی اتنی روشنی نہیں ہوتی کہ رحمانی کرامت اور شیطانی دھوکہ میں فرق کر سکیں ۔لہذا یہ معصوم لوگ دھوکہ بازوں کی چالوں کا شکار ہو جاتے ہیں ۔مثلاً اگر یہی عامل کوئی مشرک شخص ہو جو کہ ستاروں اور بتوں کی پوجا کرتا ہے تو مریض حضرات اس وہم میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ اس کی یہ عبادتیں حقیقتاً اسے فائدہ پہنچاتی ہیں جبکہ اس شخص کی نیت کچھ اور ہوتی ہے اور وہ ان لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ جن بتوں یا مورتیوں سے وہ شفاعت طلب کر رہا ہے یا جنہیں بطورِ وسیلہ استعمال کر رہا ہے ،خواہ وہ مورتی کسی فرشتے کی ہو یا نبی کی یا کسی اور نیک انسان کی ،یہ سب اس کی شفاعت (اور مدد) کریں گے لیکن درحقیقت وہ شیطان کی عبادت کر رہا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰئِكَةِ أَهٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾ [سبا/۴۰۔۴۱]

''اور ان سب کو اللہ تعالیٰ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائیں گے کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے اور ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ، بلکہ یہ لوگ تو جنات کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر کو انہی پر ایمان تھا۔''

[مجموع الفتاوی/ج:۱۱ص:۱۶۹،۱۷۰]

جنات سے ناجائز خدمات حاصل کرنے والوں کا غلط استدلال

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: جو لوگ اپنے مختلف معاملات میں جنات سے خدمات حاصل کرتے ہیں ان میں سے اکثر بطورِ دلیل یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ بھی تو جنات سے خدمت لیا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ جب فوت ہو گئے تو شیطانوں نے جادو والی کفریہ کتب لکھ کر حضرت سلیمانؑ کے تخت کے نیچے رکھ دیں، اور انہوں نے کہا: سلیمانؑ جنات سے ان کتابوں کی وجہ سے خدمت حاصل کرتے تھے (جب لوگوں نے یہ بات سنی) تو اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے حضرت سلیمانؑ پر (نعوذ باللہ) لعن طعن کی اور باقی لوگوں نے کہا: اگر یہ (جنات سے غلط طریقے کے ذریعے خدمات حاصل کرنا) جائز اور صحیح نہ ہوتا تو حضرت سلیمانؑ ایسا نہ کرتے، (یہی استدلال آج کل وہ لوگ کرتے ہیں جو جنات سے خدمات حاصل کرتے ہیں) اپنی ان ہی باتوں کی بدولت دونوں مذکورہ بالا گروہ گمراہ ہو گئے۔ ایک سلیمانؑ کو برا کہنے کی وجہ سے اور دوسرا جادو کے کاموں میں ان کو بطور حجت پیش کرنے کی وجہ سے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَايَعْلَمُونَ وَاتَّبَعُوا مَاتَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآاُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَايُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَايُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَاهُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَايَضُرُّهُمْ وَلَايَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَالَهٗ فِى الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَاشَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾[البقرہ/۱۰۱،۱۰۲]

''جب کبھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا، ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے ڈال دیا، گویا جانتے ہی نہ تھے اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمانؑ کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمانؑ نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل میں ہاروت وماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ وہ سیکھتے جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے، اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے میں وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں۔''[مجموع الفتاوی / ج:۱۹ ص:٤٧]

باب پنجم (۵)

جنات اور شیاطین سے متعلقہ متفرق مسائل

وحی اور وسوسے میں فرق

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہاں تک طاقت دے رکھی ہے کہ وہ انسان کے دل میں وسواس پیدا کرسکتا ہے۔تاہم بسا اوقات اللہ کی طرف سے اچھے خیالات بھی انسان کے دل میں القاء کر دیئے جاتے ہیں اور اسے الہام کہا جاتا ہے۔اور جو پیغام مختلف ذرائع سے اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں تک پہنچاتے ہیں اسے وحی کہا جاتا ہے۔شیخ الاسلامؒ نے الہام اور وسوسہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چند اہم نکات پیش کیے ہیں جنہیں ذیل میں پیش کیا جارہا ہے لیکن یہ واضح رہے کہ شیخ نے لفظ وحی کو بھی الہامِ خداوندی کے مفہوم کے تحت بیان کیا ہے۔

ابن تیمیہؒ وحی کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَائِىْ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَايَشَآءُ﴾[الشوریٰ/۵۱]

''ناممکن ہے کہ کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کبھی تو وہ خود بندے کی طرف وحی کرتا ہے اور کبھی رسولوں کو بھیج کر ان کی طرف جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے....اللہ رب العزت اپنے بندے کی طرف جو وحی کرتے ہیں وہ کبھی فرشتے کے واسطے سے ہوتی ہے اور کبھی بغیر واسطے کے۔یہ (وحی) تمام مؤمنین کے لیے مطلق طور پر ہے صرف انبیاء کو مختص کرنا ضروری نہیں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ ﴿وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ﴾[القصص/۷]

''ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ۔''

۲۔ ﴿وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ آمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾[المائدہ/۱۱۱]

''اور جب کہ میں نے حواریوں کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ،انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم پورے فرماں بردار ہیں۔''

۳۔ ﴿وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ﴾[النحل/٦٨]

''آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی''

۴۔ ﴿وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا﴾[حم السجدۃ رفصلت:۱۲]

''اور ہر آسمان میں اس کے مناسب وحی بھیج دی۔''

۵۔ ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾[الشمس/۷،۸]

''قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی پھر سمجھ دی اس کو برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔''

اللہ تعالیٰ نفس کی طرف تقویٰ اور گناہ کا الہام کرتا ہے اور گناہ کا الہام شیطان کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس الہام کو وسوسہ کہتے ہیں اور تقویٰ کا الہام فرشتے کے ذریعے ہوتا ہے اس الہام کو وحی کہتے ہیں ......عرف عام میں مشہور ہے کہ لفظ ''الہام'' جب مطلق طور پر مستعمل ہو تو اس سے مراد وسوسہ نہیں لیا جا سکتا اور مذکورہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی اور وسوسہ کے مابین فرق کیا ہے (اس کی وضاحت اس بات سے ہوگی کہ) جن کاموں کا انسان کو (بطور الہام) حکم دیا جائے اگر تو وہ پرہیز گاری کے کام ہوں تو وہ وحی کا الہام ہے ،اگر برے کام (گناہ کے کام) ہوں تو وہ شیطان کا وسوسہ ہے۔

پس الہامِ محمود (وحی)اور الہامِ مذموم (وسوسہ) کے مابین فرق کرنے کی کسوٹی اور معیار کتاب وسنت ہے،یعنی جن کاموں کا الہام نفس کی طرف کیا گیا ہے اگر تو ان کے متعلق کتاب وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ پرہیز گاری کے کاموں سے ہے تو پھر یہ الہام محمود (یعنی خدائی راہنمائی)ہے اور اگر وہ فسق وفجور پر آمادہ کرنے والے کاموں میں سے ہے تو پھر یہ الہام مذموم (یعنی شیطانی وسوسہ) ہے۔[مجموع الفتاویٰ(ج:۱۷ ص:۲۸۷،۲۸۸)ایک دوسری جگہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا'وسوسہ'(یعنی شیطانی خیال) کفر،گناہ ،نافرمانی حتی کہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔[مجموع الفتاویٰ ج:۱۷ ص:۲۸۲]

حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا: لغت میں وسوسہ سے مراد حرکت یا پست آواز ہے۔ جس سے غیر محسوس ہونے کی وجہ سے بچا نہیں جاتا۔ لہٰذا وسواس کا اصطلاحی معنی یہ ہوگا کہ دل میں پست آواز کا ڈالا جانا اور یہ دو صورتوں میں ممکن ہے:

۱۔ صرف کہنے والے ہی وہ آواز سن سکتے ہیں۔

۲۔ یا پھر وہ آواز بالکل سنائی نہیں دیتی جس طرح کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ: 'وسوسہ' ارادہ کی ابتدائی حالت کا نام ہے۔ جب شیطان دیکھتا ہے کہ کسی انسان کا دل معصیت اور بدی کے خیال سے خالی ہے تو اس میں فوراً وسوسہ ڈالتا ہے اور گناہ کا خیال پیدا کرتا ہے۔ شیطان اس کے دل میں گناہ کو مزین کرتا ہے اور اسے تمنا دلاتا ہے نیز اس کی شہوت کو بھڑکاتا ہے حتی کہ اس کا دل گناہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ پھر ہر وقت اسے گناہ کا خیال دلاتا رہتا ہے۔ اس کے علم سے گناہ کی پہچان ختم کر دیتا ہے اور گناہ کے انجامِ بد سے اسے غافل کر دیتا ہے۔ شیطان اس انسان اور اس کے علم کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ انسان اپنے دل میں اسی گناہ اور اس سے حاصل ہونے والی لذت کے متعلق ہی سوچتا رہتا ہے اور اس سے ماوراء حقیقت کو بھول جاتا ہے۔ پھر اس کا ارادہ پختہ عزم بن جاتا ہے اور اس کے دل میں گناہ کرنے اور لذت اٹھانے کی شدید حرص پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر شیطان اس انسان کی مدد کے لیے اپنے لشکر بھیجتا ہے۔ اگر وہ لشکر کسی مرحلے پر سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کریں تو کچھ اور خصوصی شیاطین آکر ان کو متنبہ کرتے ہیں اور ان کو اپنی ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا﴾ [مریم/۸۳]

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں (برائی پر) خوب اکساتے ہیں۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ سب گناہوں کی جڑ وسوسہ ہے۔ [بحوالہ "جنات اور جادو کا توڑ"
ابو حمزہ ظفر اقبال، (مترجم) طبع نعمانی کتب خانہ لاہور (ص:۱۶۲،۱۶۳)]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ وحی اور وسوسہ میں فرق واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرشتوں اور شیطانوں کی ڈیوٹی انسان کے ساتھ لگادی ہے ،یہ دونوں ،انسانوں کے دلوں میں بھلائی اور برائی ڈالتے رہتے ہیں ۔لہذا سچا علم بھلائی کے کاموں سے ہے اور باطل عقائد برائی کے کاموں سے ہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لمة الملک تصدیق بالحق ولمة الشیطان تکذیب بالحق))

[سنن الترمذي : کتاب تفسیر القرآن ،سورة البقرة :حدیث (۲۹۸۸)]

''فرشتہ تو حق بات کی تصدیق کا خیال دل میں ڈالتا ہے جبکہ شیطان حق بات کی تکذیب کا خیال دل میں ڈالتا ہے۔''

اور جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک قاضی کے متعلق فرمایا:

((انزل الله علیه ملکا لیسدده))

''اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک فرشتہ مقرر کردیا ہے جو اسے راہنمائی دیتا ہے''

[ابو داؤد :کتاب الأقضية :باب في طلب القضاء(۳۵۷۵)ابن ماجه :کتاب الأحکام:باب ذکر القضاة (۲۳۰۹)ترمذی :کتاب الأحکام(۱۳۲۳) احمد (ج:۳ص:۱۱۸،۲۲۰)]

اور جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ انسان کی طرف جو چیز بھی وحی کی جاتی ہے ،فرشتے ہی کرتے ہیں مگر انسان کو اس کا شعور نہیں ہوتا کہ یہ فرشتے کی طرف سے ہے اسی طرح اسے اس بات کا بھی شعور نہیں ہوتا کہ دل میں وسواس پیدا کرنے والا شیطان ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ بندے سے کلام کرتا ہے ۔کلام کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱۔بطور وحی خود کلام کرنا۔

۲۔پردے کے پیچھے سے کلام کرنا۔

۳۔فرشتے کے ذریعے وحی بھیج کر کلام کرنا۔

(یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ) کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ حالت نیند یا بیداری میں دل میں پیدا ہونے والی ہر بات پر وحی کا اطلاق کرے۔ہاں ،البتہ اگر کوئی واضح دلیل اس بات پر مل جائے کہ یہ وحی ہے تو پھر وہ 'وحی' (بمعنی الہامِ خداوندی.....مترجم) ہی ہے۔یہ صرف اس لیے ہے کہ وسواس (یعنی الہامِ شیطانی) انسان پر غالب رہتے ہیں۔[مجموع الفتاوی /ج:۱۷ص:۲۸۹]

کیا شیطانی وسواس پر وحی کا اطلاق جائز ہے؟

وسواس پر وحی کا لفظ بولنا جائز ہے اور خود قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے ۔اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:وحی کی دو اقسام ہیں:

(۱)رحمان کی طرف سے وحی (۲)اور شیطان کی طرف سے وحی

اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلىٰ اَوْلِيَآءِ هِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ﴾[الانعام/۱۲۱]

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں القا کرتے ہیں (یعنی بری باتیں وحی کرتے ہیں) تاکہ یہ تم سے جدال کریں۔''

نیز فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾[الانعام/۱۱۲]

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کیے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن ،جن میں سے بعض دوسروں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں مبتلا کردیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ﴾[الشعراء/۲۲۱]

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں۔''

مختار بن ابی عبید (نامی شخص) اس دوسری قسم (یعنی جن کی طرف شیطان وحی کرتے ہیں) کے لوگوں میں سے تھا۔ ابن عمرؓ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ مختار کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ تو آپؓ نے آگے سے یہ آیت پڑھی:

﴿وَاِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآئِهِمْ﴾

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں باتیں ڈالتے ہیں (وحی کرتے ہیں)۔''

اسی طرح ابن عباسؓ سے بھی یہی سوال کیا گیا تو آپؓ نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

﴿هَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیَاطِیْنُ﴾

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں۔'' [مجموع الفتاوی ج:۱۳ ص ۴۳]

حافظ ابن کثیرؒ وحی کی اقسام کے متعلق روایت نقل کرتے ہیں کہ عکرمہ سے ابن ابی حاتم نے روایت نقل کی، عکرمہ فرماتے ہیں: میرے پاس ایک آدمی آیا، اس نے پوچھا: وحی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو میں نے اسے جواب دیا کہ وحی دو قسم کی ہوتی ہے:

۱۔ ﴿بِمَا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ هٰذَا الْقُرْآنَ﴾ [یوسف/۳]

''اس وجہ سے کہ ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا ہے۔''

۲۔ ﴿شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾

''انسانوں اور جنات کے شیاطین، جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔'' [الانعام/۱۲۱]

عکرمہ کہتے ہیں: اتنا سنتے ہی لوگ میری طرف لپکے، قریب تھا کہ پکڑ کر مار پیٹ شروع کر دیتے، میں نے کہا: ارے بھائیو! یہ تم میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو؟ میں نے تو تمہارے سوال کا جواب دیا ہے اور میں تمہارا مہمان ہوں۔ چنانچہ (میری منت سماجت پر) انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ مختار ملعون لوگوں سے کہتا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ اس کی بہن حضرت صفیہ جو دیندار خاتون تھیں، وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی

اہلیہ تھیں ۔جب حضرت عبداللہ کو مختار کا یہ قول معلوم ہوا تو آپؓ نے فرمایا: وہ ٹھیک کہتا ہے اس لیے کہ قرآن میں ہے:

﴿وَاِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآئِھِمْ﴾

''اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں باتیں ڈالتے (یعنی وحی کرتے) ہیں''

[گویا اس بدبخت کو جو وحی آتی ھے وہ شیاطین کی طرف سے آتی ھے ۔تفصیل کے لئے ملاحظ ھو:تفسیر ابن کثیر (ج:۲ ص:۲۶۸)]

شیطانی روحوں کی حاضری

بعض لوگوں کے پاس جنات اور شیاطین مختلف فوت شدگان کی شکل میں آتے ہیں حتی کہ بعض اوقات کسی بڑے عالم یا نیک صالح ولی کی شکل میں بھی آجاتے ہیں ۔تاہم شیطان نبی کی شکل اختیار نہیں کر سکتا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔مگر ظاہری طور پر کوئی نورانی شکل اختیار کر کے وہ یہ باور کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ میں نبی ہوں ۔کبھی تو وہ (معاذ اللہ) اپنے آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ باور کراتا ہے اور کبھی حضرت خضر، حضرت الیاس یا کسی اور نبی کا حوالہ دیتا ہے اور ایسا صرف خواب ہی کی دنیا میں نہیں ہوتا بلکہ حالت بیداری میں بھی وہ ایسا کرتا ہے جس سے بہت سے لوگ مختلف شبہات کا شکار ہوجاتے ہیں ۔بعض یہ سمجھتے ہیں کہ یہ (شیطانی شکلیں) فی الواقع انہی نیک لوگوں کی روحیں ہیں جو دنیا میں آتی رہتی ہیں اور صرف ان لوگوں سے ملاقات کرتی ہیں جو بہت نیک اور پہنچے ہوئے ہوں اور بعض یہاں تک گمان بلکہ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ نیک لوگ وقتی طور پر فوت ہو کر اس دنیا سے ماوراء (برزخ) جاتے ہیں اور پھر دوبارہ اسی دنیا میں پلٹ آتے ہیں اوصرف پلٹ ہی نہیں آتے بلکہ اس دنیا کے باسیوں کی مشکلات کو دور کرنے میں مدد بھی کرتے ہیں ۔پھر اسی خیال کے پیش نظر جاہل عوام نہ صرف یہ کہ انہیں پکارنا اور ان سے مدد مانگنا شروع کر دیتے ہیں بلکہ انہیں خوش کرنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز ،قربانی اور عبادات وغیرہ بھی شروع کر دیتے ہیں اور یہی چیز شرک ہے جس کا ارتکاب کروانے کے لیے شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہوتے ہیں ۔

البتہ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ بعض جنات نیک بھی ہوتے ہیں تو کیا کوئی نیک جن کسی نیک شخص کی شکل میں ظاہر ہو سکتا ہے، اور اگر ہو سکتا ہے تو ہم کیسے اندازہ کریں گے کہ یہ نیک جن ہے یا سرکش شیطان؟ انہی سوالوں کے جواب اور شیطانی روحوں کی حقیقت واضح کرتے ہوئے شیخ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ

(جن لوگوں کی طرف شیطان وحی کرتا ہے) وہ لوگ حقیقت سے ہٹ کر دیکھتے سنتے ہیں حالانکہ جو چیزیں یہ دیکھتے اور سنتے ہیں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف تخیلات ہی ہوتے ہیں ان کی مثال سونے والے شخص کی طرح ہے جو نیند میں بعض اشیاء دیکھتا ہے، ان کا وجود محسوس کرتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ صرف خیالات ہی ہوتے ہیں۔ وہ نیند میں دیکھتا ہے کہ مُردوں سے کلام کر رہا ہے اور مردے اس سے کلام کر رہے ہیں چونکہ نیند کی حالت میں اس کے ہوش وحواس قائم نہیں ہوتے لہذا وہ یہی خیال کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں مُردوں سے کلام کر رہا ہے یا کوئی اور کام کر رہا ہے لیکن جب اس کے ہوش وحواس بحال ہوتے ہیں (یعنی نیند سے بیدار ہوتا ہے) تو پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو محض خواب وخیال تھا! بالکل اسی طرح شیطان کے دوستوں کا حال ہے کہ خیالات کی دنیا میں سرکش جنات ان کو ہواؤں میں اٹھا کر عرفات لے جاتے ہیں جہاں وہ قیام کرتے ہیں یا اسی طرح کئی دوسرے مقامات کی طرف شیاطین انہیں لے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کے پاس سونا، چاندی، خوراک، لباس، اسلحہ وغیرہ تک لیکر آتے ہیں۔ یہ سب سرکش جنات کا کمال ہے اور یہ کمال بھی وہ صرف اس وقت ظاہر کرتے ہیں جب ان سے متعلقہ شخص کفر وشرک پر مبنی کلمات کے وظیفے شروع کردے۔[مجموع الفتاوی / ج:١٣ ص:٤٤]

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں:

بعض لوگ جو اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ یہ جنات کا کام ہے مگر اس کے باوجود وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہماری کرامت ہے کہ جنات ہمارے تابع ہیں۔ اگر وہ جنات کسی خاص شکل میں نہ ہوں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ 'رجال غیب' ہیں اور اگر نام بتائیں تو کہتے ہیں کہ یہ حضرت خضرؑ یا حضرت الیاسؑ یا حضرت ابوبکرؓ یا عمرؓ یا شیخ عبدالقادر جیلانی

"یا شیخ عدی یا شیخ رفاعی وغیرہ ہیں۔ان کے گمان کے مطابق الہام کرنے والا مذکورہ بالا ہستیوں میں سے ہی کوئی خود ہوتا ہے۔حالانکہ یہ تو جنات (سرکش شیطان) ان کی شکلیں اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے آجاتے ہیں۔

اس لیے ایسی بات کہنے والا غلط بیانی تو نہیں کرتا لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس کی مت ماری جاتی ہے اور اسے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ (وسواس ڈالنے والے) در حقیقت شیاطین ہیں جو مذکورہ افراد کی شکلوں میں آجاتے ہیں۔بعض لوگ تو ان شیطانی شکلوں کو دیکھ کر یہاں تک گمان کر لیتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی اکرم ﷺ یا کوئی اور نیک ولی حالت بیداری میں تشریف لاتا ہے۔

جو شخص قلبِ سلیم رکھتا ہو گا تو (اگر اس کے پاس شیطان خواب میں آئے اور یہ ظاہر کرے کہ میں نبی ہوں تو) وہ شخص بعض نشانیوں سے جان لے گا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں یا کوئی شیطان لعین؟ اور وہ نشانیاں یہ ہیں:

۱۔ سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ (شیطان جو بھیس بدل کر آیا ہے) اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے منافی احکام میں سے کوئی حکم دے گا۔

۲۔ دوسری نشانی یہ بھی ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو گا کہ نبی اپنی وفات کے بعد کسی صحابی کے پاس حالتِ بیداری میں نہیں آئے اور نہ آپ نے آ کر کسی صحابی سے بات کی ہے تو پھر میرے پاس کیسے آسکتے ہیں۔

۳۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ اسے علم ہونا چاہیے کہ آپ کا جسم مبارک تو اپنی قبر سے باہر نہیں نکلا اور آپ کی روح تو جنت میں ہے پھر بھلا وہ دنیا میں کیسے آسکتی ہے؟[مجموع الفتاوی /ج:۱۳ ص:٤٥]

شیطان کس روپ میں وسوسے ڈالتا ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ" فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس نے جو بھی نبی مبعوث کیا، جنات اور انسانوں میں سے سرکشوں (شیطانوں) کو ان کا دشمن بنایا۔بعض (سرکش جنات) دوسرے جنات کی طرف جھوٹی باتوں کی وحی کرتے ہیں۔ وحی سے مراد ان کا (لوگوں کے دلوں میں) وسواس پیدا کرنا ہے اور جو وسواس ڈالنے والا

(شیطان) ہے اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ نظروں سے اوجھل رہ کر وسواس ڈالے بلکہ کبھی کبھی وہ کھلم کھلا (ظاہری طور پر) بھی وسواس پیدا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَانَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ [الاعراف/۲۰،۲۱]

''پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا، دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ؟ اور ان دونوں کے روبرو اس (شیطان) نے قسم کھالی کہ یقین جانو! میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔''

ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں: بہت سے لوگوں نے جنات اور شیطانوں کو دیکھا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود ان شیاطین میں چھپنے کی ایسی قوت ہے جو انسانوں میں موجود نہیں۔ (اس لئے عام طور پر جنات ہمیں دکھائی نہیں دیتے) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَاغَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْ اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ﴾ [الانفال/۴۸]

''جبکہ ان کے اعمال شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں، لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں، میں وہ دیکھ رہا جو تم نہیں دیکھ رہے، میں اللہ سے ڈرتا ہوں.....''

تفسیر اور سیرت کی کتب میں یہ بات درج ہے کہ شیطان ان کے پاس (حقیقی صورت میں نہیں آیا تھا بلکہ) کسی انسان کی شکل اختیار کر کے آیا تھا۔ اسی طرح درج ذیل آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے:

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّى بَرِىءٌ مِّنْكَ اِنِّى أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[الحشر/١٦]

''شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔''

علاوہ ازیں حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نعوذ بالله من شياطين الانس والجن))

''ہم جنات اور انسانوں کے شیاطین سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں۔''

ابو ذرؓ نے کہا: میں نے پوچھا: کیا انسانوں کے بھی شیاطین ہوتے ہیں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((نعم، شر من شياطين الجن))[نسائي :كتاب الاستعاذة:باب الاستعاذة(٥٥٠٩)]

''ہاں اور یہ (شیاطین) جنات کے شیاطین سے بھی برے ہوتے ہیں۔''[مجموع الفتاوی /ج:١٧ ص:٢٧٧]

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں :ایک تو آدمی کا نفس اس کے دل میں وسواس کو جنم دیتا ہے اور اس کے علاوہ جنات اور انسانوں میں سے سرکش (شیاطین) بھی یہ کام کرتے ہیں۔[مجموع الفتاوی /ج:١٧ ص:٢٧٨]

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ

١۔ بعض اوقات شیاطین اپنے اصلی روپ میں آ کر حملے کرتے اور وسوسے ڈالتے ہیں۔

٢۔ اور بعض اوقات کوئی روپ دھار کر انسان کے دل میں وسوسے پیدا کر دیتے ہیں۔

٣۔ اور کبھی کبھار شیطان انسانوں کی شکل اختیار کر کے وسوسے ڈالتا ہے۔

کیا شیطانی وسواس انسان پر حاوی ہو سکتے ہیں؟

شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: شیطان کبھی برے وسوسے ڈالتا ہے اور کبھی بری باتیں دل میں پیدا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے نسیان (خدا کی یاد سے بندے کا غافل ہو جانے) کے متعلق فرمایا:

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔'' [الانعام/۶۸]

(اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیطان انسانی تخیلات پر غالب آ سکتا ہے، اور انسان کے ذہن سے کسی چیز کو محو کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگلی آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مترجم)

اسی طرح حضرت موسیٰ کے غلام نے کہا تھا:

﴿فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَهٗ﴾ [الکھف/۶۳]

'میں مچھلی بھول گیا در اصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں'۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّهٖ﴾ [یوسف/۴۲]

''پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا۔'' (حضرت یوسفؑ نے ایک قیدی کو جو رہا ہو رہا تھا، کہا تھا کہ بادشاہ سے میرا ذکر کرنا مگر اسے شیطان نے بھلا دیا)

اسی طرح بخاری و مسلم میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اذا أذن المؤذن أدبر الشیطان وله ضراط حتی لا یسمع التأذین ،فاذا قضی التأذین أقبل ،فاذا ثوب بالصلاة أدبر ،فاذا قضی التثویب أقبل ،حتی یخطر بین المرء ونفسه ،فیقول :اذکر کذا اذکر کذا ،لما لم یذکر حتی یظل الرجل لم یدر کم صلی))

[صحیح البخاری: کتاب الأذان: باب فضل التأذین: حدیث (۶۰۸) صحیح مسلم: کتاب الصلاة :باب فضل الأذان وهرب الشیطان ...(۸۵۹)]

''جب شیطان کو اذان کی آواز آتی ہے تو وہ گوز کرتا (پادتا) ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے، اذان ختم ہونے پر وہ واپس آ جاتا ہے (اور پھر وسوسہ پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے) پھر اقامت کی آواز سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے تاکہ اس کی آواز نہ سن سکے، جب اقامت ختم ہوتی ہے تو پھر آ جاتا ہے اور انسان اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے فلاں بات یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو۔ اس کو ایسی باتیں یاد

دلاتا ہے جو پہلے اسے یاد نہیں تھیں حتی کہ ان خیالات میں الجھ کر آدمی کو یاد ہی نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔'' [مجموعة الفتاوی (ج ۱۷/ص ۲۸۳)]

[اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث اور آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ شیطانی وسواس انسان پر حاوی ہو سکتے ہیں اور اس طرح شیطان انسان کو بعض معاملات سے غافل کر سکتا ہے۔لیکن اس کے باوجود شیطان انسان کو زبردستی گمراہ نہیں کر سکتا۔تاہم اس سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل ودماغ کو اللہ کے خوف سے معمور اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھے۔(مترجم)]

کیا شیطانی وسواس سے گناہ ہوتا ہے؟

اس سلسلہ میں صحیح بات یہی ہے کہ شیطانی وسواس (مثلاً نسیان وغیرہ) سے گناہ نہیں ہوتا کیونکہ ایسا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے،خود بندے کا اس میں کوئی قصور نہیں،تاہم اس سے بچاؤ کے لیے انسان کو اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط رکھنا چاہیے۔

اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:بہت سے صحابہ کرامؓ جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بھی شامل ہیں ،اپنے اجتہادی نوعیت کے معاملات میں کہا کرتے تھے:''ان کان صوابا فمن الله وان کان خطأ فمني ومن الشیطان'' کہ اگر تو یہ (اجتہاد) درست ثابت ہوا تو یہ اللہ کی طرف سے (راہنمائی) ہے اور اگر غلط ثابت ہوا تو پھر یہ ہماری اپنی غلطی اور شیطان کی مداخلت (وسواس) کا نتیجہ ہے...... گویا شیطانی وسواس کی وجہ سے کوئی بندہ گناہ گار نہیں ہوتا جیسے کہ اس شخص کو گنہگار نہیں کہا جا سکتا جسے حالتِ نماز میں شیطان کی طرف سے وسواس آئیں یا اس کے نفس کی طرف سے وسواس اس کے دل میں پیدا ہوں۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ مومنوں نے اپنے رب سے کہا:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾[البقرة ۲/ ۲۸۶]

''اے ہمارے رب!اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو اس پر ہماری گرفت نہ کرنا''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایسا ہی کر دیا ہے۔ (یعنی تمہاری دعا قبول کر لی ہے)

بھول چوک اور غلطی کا ہو جانا شیطان کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوضُوْنَ فِيْ آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾[الانعام/٦٨]

''اور جب آپ لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش رہیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔''[مجموعة الفتاویٰ (٢٧٣/١٧)]

اسی طرح آگے چل کر ابن تیمیہ مزید رقمطراز ہیں کہ: نیند جو انسان کو بہت سے معاملات سے غافل کر دیتی ہے، اور اونگھ، یہ دونوں شیطان کی طرف سے ہیں لہذا ایسے بندے پر کوئی گناہ نہیں (یعنی جو سو یا رہ گیا اور نماز کا وقت گزر گیا۔ البتہ اسے چاہیے کہ جب بیدار ہو اسی وقت نماز پڑھ لے) اسی طرح کہا گیا ہے: ذکر کرتے کرتے کسی کو اونگھ آ جائے تو شیطان کی طرف سے ہے۔ اسی طرح احتلام بھی شیطان کی طرف سے ہے، ایسی حالت میں انسان پر کوئی گناہ نہیں۔[مجموعة الفتاویٰ (ج١٧/ص ٢٨٣)]

باب ششم (٦)

'نظر بد'......اَسباب، علاج اور بچاؤ کی تدابیر

نظر بد کی حقیقت

قرآن وحدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بُری نظر لگ جانا، ایک مسلمہ حقیقت ہے۔اسے ہی عرف عام میں 'نظر بد/چشم بد' کہا جاتا ہے۔نظر بد کے برحق ہونے کے سلسلہ میں ہم چند دلائل ذکر کررہے ہیں جو کہ حافظ ابن کثیرؒ کی ''تفسیر ابن کثیر''اور حافظ ابن قیمؒ کی''زادالمعاد ''سے ماخوذ ہیں ۔آخر میں نظر بد کے علاج معالجہ کے حوالے سے معلومات درج کی جائیں گی۔ان شاءاللہ!

۱۔اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَاتَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَاأُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوْهُمْ مَاكَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا وَاِنَّهُ لَذُوْعِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[یوسف/٦٧۔٦٨]

''اور اس (یعقوبؑ) نے کہا''اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ کئی جداجدا دروازوں سے داخل ہونا۔میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تو تم سے ٹال نہیں سکتا۔حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے،میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔چنانچہ جیسے ان کے والد نے (شہر میں) داخل ہونے کا حکم دیا تھا،ویسے ہی وہ اس میں داخل ہوئے۔اس کی یہ تدبیر اللہ کی مشیت کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہ آئی۔یہ تو محض یعقوبؑ کے دل کا ارمان تھا جسے اس نے پورا کیا، بلاشبہ وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ حضرت یعقوبؑ کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے جب، بنیامین، سمیت اپنے بیٹوں کو مصر جانے کے لیے تیار کیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ سب کے سب شہر کے ایک ہی دروازے سے داخل ہونے کی بجائے مختلف دروازوں سے داخل ہوں کیونکہ حضرت ابن عباسؓ ،محمد بن کعبؒ، مجاہدؒ، ضحاکؒ، قتادہؒ اور سدیؒ وغیرہ کے بقول: انہیں نظر بد کا خدشہ تھا اور یہ خدشہ اس وجہ سے تھا کہ وہ سب بیٹے خوبصورت اور توانا وتندرست تھے اور حضرت یعقوبؑ ڈر گئے کہ کہیں وہ لوگوں کی نظر بد کا شکار نہ ہو جائیں۔اور نظر کا لگ جانا حق ہے جو کہ گھڑ سوار کو گھوڑے سے بھی گرا دیا کرتی ہے۔[تفسیر ابن کثیر/ج:۲ ص:۷٤۹]

۲۔اسی طرح قرآن مجید کے ایک اور مقام پر ہے:

﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾[القلم/۵۱]

''اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں ،جب کبھی قرآن سنتے ہیں ،تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عباسؓ ،مجاہدؒ وغیرہ کا قول ہے کہ لَيُزْلِقُوْنَكَ کا مطلب ہے کہ تیرے بغض وحسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں ،اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حمایت اور بچاؤ نہ ہوتا تو وہ یقیناً ایسا کر گزرتے۔اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ نظر کا لگنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا پُر تاثیر ہونا برحق ہے جیسا کہ مختلف اسناد سے مروی بہت سی احادیث میں بھی یہ بات موجود ہے۔[تفسیر ابن کثیر/ج:٤ ص:٦٣٩]

حافظ ابن قیمؒ نے اس ضمن میں کئی احادیث نقل کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ امام مسلمؒ اپنی کتاب 'صحیح مسلم' میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((العين حق ولو كان شيء سابق القدر ،لسبقته العين))

[مسلم: كتاب السلام:باب الطب والمرض والرقى' حديث (۵۷۰۲)]

''نظر بد برحق ہے اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جاسکتی ہوتی تو وہ نظر بد ہے۔''

۲۔ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ

((ان النبی ﷺ رخص فی الرقیة من الحمة و العین و النملة))

[مسلم : کتاب السلام:باب استحباب الرقیة من العین ......(۵۷۲۴)]

"نبی اکرم ﷺ نے نظر بد ،زہریلے ڈنگ اور پھوڑے پھنسیوں سے بچنے کے لیے دم جھاڑ کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔"

۳۔ صحیحین میں حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" العین حق / نظر کا لگ جانا حق ہے۔"

[صحیح بخاری : کتاب الطب:باب العین حق (۵۷۴۰) صحیح مسلم :کتاب السلام: باب الطب و المرض و الرقی (۵۷۰۱)ابو داؤد : کتاب الطب:باب ماجاء فی العین...... (۳۸۷۵)]

۴۔ سنن ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ

((کان یؤمر العائن فیتوضأ،ثم یغتسل منه المعین))

[ابو داؤد: کتاب الطب: باب ماجاء فی العین (۳۸۷۶)]

"حاسد (جس کی نظر لگی ہے)کو وضو کرنے کا حکم دیا جائے گا پھر اس (استعمال شدہ) پانی سے محسود (جس کو نظر لگی ہو)کو غسل دیا جائے گا۔"

۵۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

((أمرنی النبی ﷺ،أو أمر نسترقی من العین))

"نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ہم نظر بد کے توڑ کے لیے دم کریں۔"

[صحیح بخاری :کتاب الطب: باب رقیة العین (۵۷۳۸)صحیح مسلم :کتاب السلام: باب استحباب الرقیة من العین(۵۷۲۲)ترمذی : کتاب الطب: باب ماجاء فی الرقیة]

۶۔ امام الترمذیؒ نے عبید بن رفاعة الزرقیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! بنو جعفر کو نظرِ بد لگ جاتی ہے، کیا میں ان کو دم کروں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((نعم فلو کان شيء یسبق القضاء لسبقته العین))

"ہاں (دم کرلیا کرو) کیونکہ تقدیر سے کوئی چیز اگر سبقت لے جاسکتی ہوتی تو وہ نظر بد ہے۔"

[سنن الترمذی :کتاب الطب: باب ماجاء فی الرقیة من العین (۲۰۵۹)مسند احمد (ج:٦ص:٤٣٨)سنن ابن ماجه:کتاب الطب: باب من استرقی من العین (۳۵۱۰)]

۷۔امام مالکؒ ابن شہابؒ سے ابن شہابؒ، ابوامامہ سہل بن حنیفؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوامامہؓ نے فرمایا:

"عامر بن ربیعۃ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا:

"والله مارأیت الیوم ولا جلد مخبأة "

بخدا! میں نے آج تک اتنی خوبصورت جلد کسی کنواری (لڑکی) کی بھی نہیں دیکھی۔

ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت سہلؓ کو دورہ پڑ گیا اور وہ اس جگہ گر پڑے۔رسول اللہ ﷺ عامرؓ کے پاس آئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے کہا:

((علی ما یقتل أحدکم أخاه؟ ألا برکت ؟اغتسل له))

کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرنے کے درپے کیوں ہو جاتا ہے؟تم نے (اس کی خوبصورتی دیکھ کر) برکت کی دعا کیوں نہ دی؟ چلو اس کے لیے غسل کرو۔"

[مؤطأ :کتاب العین : باب الوضوء ...... (۹۳۸/۲)]

۸۔اسی طرح امام مالکؒ نے محمد بن ابوامامۃ بن سہل سے،وہ اپنے والد حضرت ابوامامۃ بن سہلؓ سے اس حدیثِ مذکور کو روایت کیا اور اس میں کہا:

((ان العین حق، توضأله))

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک نظر بد حق ہے تو اس کے لیے وضو کرو۔"

[مؤطأ:کتاب العین: باب الوضوء من العین:حدیث(۲)ابن ماجه :کتاب الطب: باب العین (۳۵۰۹)مسند احمد (ج:۳ص:٤٨٦)صحیح ابن حبان (١٤٢٤)]

۸۔عبدالرزاق نے معمر سے، معمر نے ابن طاؤس سے،ابن طاؤس اپنے والد طاؤس سے مرفوعا (یعنی نبی اکرم ﷺ سے)روایت کرتے ہیں کہ

((العین حق ولو کان شیء سابق القدر لسبقته العین واذا استغسل أحدکم فلیغتسل))

''نظر بد برحق ہے اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جاسکتی تو وہ نظر بد ہے اور جب تم میں سے کسی شخص سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو وہ کرے۔''

[مصنف عبدالرزاق(١٩٧٧٠)لیکن حدیث مرسل ھے البتہ امام مسلمؒ نے اسے موصولاً صحیح مسلم ؛کتاب السلام : باب الطب والرقی (٥٧٠٢)میں بیان کیا ھے]

جنات کی نظر بد بھی لگ جاتی ہے!

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: نظر بد دو طرح کی ہوتی ہے:

(١) انسان کی نظر بد (٢) جنات کی نظر بد

صحیح بخاری میں ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ

''ان النبی ﷺ رأی فی بیتها جاریة فی وجهها سفعة ،فقال :استرقوا لها ،فان بها النظرة''

[صحیح بخاری :کتاب الطب:باب رقیة العین (٥٧٣٩)صحیح مسلم :کتاب السلام: باب رقیة العین (٥٧٢٥)]

''آپ ﷺ نے ان کے ہاں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر کالا (یا زردسا) نشان تھا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نظر بد کا شکار ہوئی ہے،اس کو دم کرو۔''

حسین بن مسعود الفراء کہتے ہیں: آپؐ کا لفظ 'سفعة' کہنے سے آپ کی مراد وہ 'نظر بد' تھی جو جنات سے لگتی ہے۔

اس طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے:

((أن النبیﷺ كان يتعوذ من الجان ،ومن أعين انسان))

[سنن ترمذی :کتاب الطب: باب ماجاء فی الرقیة بالمعوذتین (٢٠٥٨)سنن نسائی: کتاب الاستعاذة: باب الاستعاذة من شر شیطان الانس (٥٥٠٩) ابن ماجه : (٣٥١١)]

''نبی اکرم ﷺ جنات سے اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے۔''[زادالمعاد ج:٤ص:١٥١]

نظر بد کے متعلق مختلف نظریات

درج بالا مذکور صریح دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نظر کا لگ جانا برحق ہے جب کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ محض وہم ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حافظ ابن قیمؒ ایسے لوگوں کی بھر پور تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

کچھ کم علم لوگوں نے نظر بد کی تاثیر کو باطل قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ نظر بد محض توہم پرستی ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں حالانکہ یہ لوگ سب سے زیادہ جاہل اور ارواح کی صفات اور ان کی تاثیر سے ناواقف ہیں اور ان کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے جبکہ تمام امتوں کے عقلاء باوجود اختلاف مذاہب کے نظر بد کو ایک مسلمہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں، اگر چہ نظر بد کے اسباب اور اس کی جہتِ تاثیر کے متعلق ان میں اختلاف موجود ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے: جب حاسد یا بدنظر والے انسان کا نفس کسی شخص کی طرف دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں سے ایک پرتاثیر طاقت نکل کر اس شخص پر پڑتی ہے اور اسے نقصان پہنچا دیتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس بات سے بھی اسی طرح انکار ممکن نہیں جس طرح اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ زہریلے سانپ سے خارج ہونے والی پرتاثیر طاقت جب انسان پر پڑتی ہے تو اسے ہلاک کر دیتی ہے اور یہ بات تو لوگوں میں بہت زیادہ مشہور ہے، اسی طرح کسی شخص کی آنکھوں کی تاثیر بھی دوسرے شخص کو ہلاک کر دیتی ہے۔

ایک اور گروہ کا کہنا ہے کہ: یہ بات بعید از فہم نہیں کہ بعض لوگوں کی آنکھوں سے دکھائی نہ دینے والے جواہر لطیفہ نکلتے ہیں اور وہ کسی شخص کو چھو کر اس کے مسام دار جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس طرح اس شخص کو نقصان پہنچتا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نظر بد کی کوئی حقیقت نہیں، نہ ہی کسی حاسد کی نظر میں کوئی اتنی قوت ہوتی ہے، نہ اس کا کوئی سبب ہے، نہ اس کی کوئی تاثیر ہوتی ہے۔ یہ لوگ تمام چیزوں کو باطل قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت یہی جاہل قسم کے لوگ ہیں جنھوں نے تمام عقلاء امت کی مخالفت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ [زاد المعاد ، ج: ٤ ص: ١٥٢]

ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسموں اور روحوں میں طاقتوں اور طبیعتوں کا اختلاف پیدا کر رکھا ہے اور ان میں سے اکثر وبیشتر میں مختلف خواص اور اثر انداز ہونے والی کیفیات بھی ودیعت کی ہیں۔ کسی عقلمند شخص کے لیے ان روحوں کا جسموں پر اثر انداز ہونے سے انکار کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ مشاہداتی اور تجرباتی بات ہے جس طرح آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کسی شخص کا چہرہ (خوشی اور شرم وحیا سے) اس وقت سرخ ہو جاتا ہے جب وہ ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس کا یہ ادب کرتا ہے یا اس سے شرماتا ہے اور اگر یہی شخص کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس سے اسے ڈر اور خوف ہوتا ہے تو اس وقت اس کا چہرہ خوف کی وجہ سے بیمار اور کمزور ہو جاتا ہے، تو یہ سب کچھ روحوں کی تاثیر کے ذریعے ہوتا ہے۔ چونکہ اس کا تعلق نظر سے ہوتا ہے اس لیے نظر بد کی نسبت آنکھ کی طرف کر دی جاتی ہے۔ حالانکہ آنکھ کی نظر بد کچھ نہیں کرتی، یہ تو روح کی تاثیر ہوتی ہے۔

روحیں اپنے خواص، طبائع اور تاثیرات میں مختلف درجوں کی ہوتی ہیں۔ حسد کرنے والے کی روح واضح طور پر اس شخص کو تکلیف سے دو چار کر دیتی ہے جس سے حسد کیا جا رہا ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا حاسد شخص کی تاثیر بد سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو فی الحقیقت انسان کہلانے کا حقدار نہیں......

اور نظر بد بنیادی طور پر اس طرح لگتی ہے کہ حسد کرنے والے کا ناپاک جسم دوسرے (محسود) شخص کے جسم سے متصل ہو جاتا ہے، تو اس حاسد کی (نظر بد) کا اثر اس میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ان دونوں (حاسد اور محسود) کے آمنے سامنے آنے کی وجہ سے اور کبھی حاسد کے محض دیکھنے کی وجہ سے نظر بد لگ جاتی ہے۔ بسا اوقات مختلف تعویذات، منتر اور جھاڑ پھونک کی وجہ سے بھی نظر بد کا اثر محسود تک پہنچ جاتا ہے۔ بعض اوقات خیال اور وہم وگمان کی وجہ سے بھی دوسرے شخص کو نظر لگ جاتی ہے۔ اور جس

شخص کی نظر لگتی ہے اس کی تاثیر دیکھنے پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ کبھی اندھے شخص کو کسی چیز کا وصف بیان کر دیا جائے تو اس کے نفس میں اگر حاسدانہ جذبات پیدا ہو جائیں تو اس کا اثر بھی ہو سکتا ہے۔[زادالمعاد / ج:٤ ص:١٥٢۔١٥٤]

نظر بد سے بچاؤ کے طریقے

حافظ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ: جب کسی شخص کو اس بات کا خدشہ ہو کہ اس کی نظر کی تاثیر کافی زیادہ ہے اور یہ کسی شخص کو لگ سکتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ جب بھی کسی اچھی چیز کو دیکھے تو اسے اپنی آنکھ کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ دعا پڑھے:

"أَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ"

"یا اللہ! اسے برکت دے"

یا اس طرح کے برکت کے کوئی بھی کلمات ادا کرے۔ جیسا کہ عامر بن ربیعہؓ کی نظر جب سھل بن حنیفؓ کو لگی تو نبی اکرم ﷺ نے عامر بن ربیعہؓ کو کہا تھا:

((ألا بركت))

"یعنی تو نے اس کے لئے برکت کی دعا کیوں نہ کی!" (یعنی اسے دیکھ کر تجھے یہ کہنا چاہئے تھا:"أَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ")

[مؤطأ : كتاب العين : باب الوضوء من العين : حديث(٢)٩٣٨]

اس طرح نظرِ بد کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ بھی کہا جا سکتا ہے:

"مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ / جو اللہ چاہے، اور اللہ کی توفیق کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا"

جیسا کہ ھشام بن عروہؒ نے اپنے والد عروہؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ (عروہؒ) جب بھی کسی اچھی (خوبصورت) چیز کو دیکھتے یا اپنے باغوں میں سے کسی باغ میں داخل ہوتے تو کہتے "مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"[زادالمعاد / ج:٤ ص:١٥٦]

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: بعض ائمہ سلف نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو اپنے حالات، مال ودولت یا اولاد وغیرہ کو دیکھ کر خوشی محسوس ہو، تو اس وقت اسے چاہیے کہ وہ یہ دعا پڑھے:

''مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه / جو اللہ چاہے، اور اللہ کی توفیق کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا''

[تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۱۳۷]

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: نظر بد سے بچاؤ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ محاسنِ اعضاء اس شخص سے چھپا کر رکھے جائیں جس کی نظر لگنے کا خدشہ ہو جیسا کہ امام بغویؒ ''شرح السنة'' میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک خوبصورت بچہ دیکھا تو آپؓ نے فرمایا: اس کی ٹھوڑی کے گڑھے کو سیاہ کرلو تا کہ اسے نظر بد نہ لگے۔ [زادالمعاد/ ج:٤ ص:١٥٩]

نظر بد لگ جانے کے بعد علاج کے طریقے

ا۔ تعوذات کے ذریعے

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: نظر بد کے علاج کے لیے نبی اکرم ﷺ نے کئی طریقے بتلائے ہیں۔ سنن ابو داوٗد میں سھل بن حنیفؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک ندی نالے کے پاس سے گزرے، اور اس میں داخل ہو کر غسل کیا۔ جب میں نکلا تو مجھے بخار چڑھ چکا تھا...... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مرو أبا ثابت یتعوذ))

''ابو ثابت کو حکم دو کہ وہ تعوذ پڑھے۔''

[سنن ابو داؤد: کتاب الطب: باب ماجاء فی الرقی: حدیث(٣٨٨٤)]

نظر بد کے علاج کے لیے بطور دم معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس)، سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی وغیرہ کو اور درج ذیل مسنون دعاؤں کو بکثرت پڑھنا چاہیے:

۱۔ ((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))

۲۔((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ))

۳۔((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَوَبَرَأَوَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ))

۴۔((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِنِ وَاَنْ يَحْضُرُونِ))

۵۔((اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَاثِمَ وَالْمَغْرِمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ))

۶۔((اَعُوذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَا شَيْئَ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَ لَا فَاجِرٌوَ اَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَوَبَرَاَ وَمِنْ كُلِّ ذِي شَرٍّ لَا اُطِيقُ شَرَّهُ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ اِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ))

۷۔((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّي لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ،اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ))

۸۔((تَحَصَّنْتُ بِا للّٰهِ الَّذِی لَا اِ لٰهَ اِلَّا هُوَ اِلٰهِی وَاِلٰهُ كُلِّ شَیْ ءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّی وَرَبِّ كُلِّ شَیْ ءٍ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَیِّ الَّذِی لَا یَمُوْتُ وَاسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّبِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِا اللّٰهِ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ حَسْبِیَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ حَسْبِیَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِ حَسْبِیَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِ حَسْبِیَ اللّٰهُ هُوَ حَسْبِیْ،حَسْبِیَ الَّذِی بِیَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیءٍ، وَهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ،حَسْبِیَ اللّٰهُ وَكَفٰی، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرْ مِیٌ ،حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ))

(حافظ ابن قیمؒ ان دعاؤں کوتحریر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ)جوشخص ان دعاؤں اور تعوذات کا تجربہ کرے گا وہ ان کے فوائد پہچان لے گا۔صدق دل سے یہ دعائیں پڑھنے والا نظر بد کے اثرات سے محفوظ رہتا ہےاور جس کونظر بد لگی ہواگر وہ شخص یہ دعائیں پڑھتا رہے تو نظر بد کے اثرات اس سے زائل ہوجائیں گے کیونکہ یہ تعوذات اوردعائیں(نظر بد کے خلاف)ہتھیار کی حیثیت رکھتی ہیں۔[زادالمعاد /ج:٤ ص:١٥٤]

ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں کہ:ان دعاؤں میں سے ایک دعا حضرت جبرئیلؑ کا وہ دم بھی ہے جوانہوں نے نبی اکرم ﷺ کوکیا تھااوروہ درج ذیل ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِیْکَ ،مِنْ كُلِّ شَیْءٍ یُوْذِیْکَ ،مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَیْنِ كُلِّ حَاسِدٍ اَللّٰهُ یَشْفِیْکَ ،بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ))

[صحیح مسلم :کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقی (٥٧٠٠) ابن ماجه: کتاب الطب :باب ماعوذ به البنی ﷺ......(٣٥٢٣)مسند احمد (ج:٢ص:٤٤٦)]

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کودم کرتا ہوں ،ہراس چیز کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے جو ایذاء پہنچاتی ہے،اور ہرنفس کے شر سے اورحسد کرنے والے کے حسد سے ۔اللہ تعالیٰ آپ کوشفاعطافرمائے ،اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کودم کرتا ہوں''[زاد المعاد ج:٤ ص:١٥٦]

ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں کہ: نظر بد کے اثر کو زائل کرنے کے لیے ایک دم ابوعبداللہ ساجی سے بھی مذکور ہے جس کا تذکرہ درج ذیل واقعہ میں اس طرح کیا گیا ہے:

''ابوعبداللہ ساجی نامی ایک شخص، حج یا جہاد کے لیے اپنی بہترین اونٹنی پر سوار ہو کر نکلا اور آپ کے قافلے میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کی نظر پر تاثیر تھی حتی کہ اگر وہ کسی چیز کی طرف دیکھتا تو وہ چیز تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ۔ابوعبداللہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ اس شخص سے اپنی اونٹنی محفوظ رکھیں ۔ابوعبداللہ فرمانے لگے کہ یہ میری اونٹنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔اس بدنظر شخص کو کسی نے یہ بات پہنچادی تو وہ موقع تلاش کرنے لگا اور جب اسے موقع ملا کہ ابوعبداللہ کی سواری کے پاس کوئی نہیں تو وہ شخص آیا اور اونٹنی کو بری نگاہ سے گھورنے لگا حتی کہ اونٹنی تڑپتے ہوئے زمین پر جا گری۔ جب ابوعبداللہ آئے تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں بدنظر شخص نے اسے نظر لگائی ہے جس کی وجہ سے اونٹنی کی یہ حالت ہوگئی ہے ۔ابوعبداللہ نے کہا: مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے ۔لوگوں نے جگہ بتائی اور آپ نے وہاں جا کر مذکورہ ذیل دعا پڑھی جس کے نتیجے میں بدنظر آدمی کی آنکھیں خراب ہوگئیں اور اونٹنی بالکل تندرست ہوگئی: (وہ دعا یہ ہے)

((بِسْمِ اللّٰہِ حَبْسٌ حَابِسٌ وَحَجَرٌ یَابِسٌ وَشِھَابٌ قَابِسٌ رَدَدْتُ عَیْنَ الْعَائِنِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیْہِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَھُوَ حَسِیْرٌ))[زادالمعاد ج:٤ص:١٦٠]

۲۔ قرآنی آیات پانی میں بھگو کر پلانا

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: سلف صالحین میں سے ایک گروہ کی یہ رائے ہے کہ جس شخص کو نظر بد لگی ہے، اسے قرآنی آیات لکھ کر، پھر اسے پانی میں بھگو کر، وہ پانی پینے کے لیے دینا چاہیے ۔حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن کو (کاغذ پر) لکھا جائے پھر اس کاغذ کو پانی میں دھویا جائے اور وہ پانی مریض کو

پلا دیا جائے۔اسی طرح کی بات حضرت ابوقلابہ سے بھی منقول ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں (یعنی ابن عباسؓ) نے حکم دیا کہ جس عورت کو ولادت کی وجہ سے تکلیف پہنچے،اس کے لیے قرآن سے کچھ (آیات) لکھی جائیں پھر ان آیات کو پانی میں بھگو کر وہ پانی اس عورت کو پلا دیا جائے۔ایوبؒ فرماتے ہیں: میں نے ابو قلابہؒ کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن میں سے کچھ لکھا،پھر اسے پانی سے دھو کر وہ پانی مریض کو پلا دیا۔[زاد المعاد / ج:٤ ص:١٥٧]

٣۔غسل کا طریقہ

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: نظر بد کے علاج کا ایک طریقہ یہ ہے کہ حاسد (جس کی نظر لگی ہے) شخص کو حکم دیا جائے کہ وہ اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں اور ازار بند کے اندرونی حصوں کو اس طرح دھوئے کہ استعمال شدہ تمام پانی نیچے گرنے کی بجائے کسی برتن (ٹب وغیرہ) میں گرے۔پھر اس پانی کو مریض شخص کے سر پر پچھلی جانب سے ایک ہی مرتبہ گرا (بہا) دیا جائے۔

بعض اطباء اس بات پر متفق نہیں چنانچہ وہ اعتراض کرتے ہیں کہ بھلا ایسے کس طرح علاج ہو سکتا ہے (حافظ ابن قیمؒ ان کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ) جو شخص بھی مذکورہ بالا علاج سے انکار کرے گا یا ایسا علاج کرنے والے سے مزاح کرے گا یا اس علاج میں کسی کو کسی قسم کا کوئی بھی شک ہو گا تو یہ علاج اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔اسی طرح اگر کوئی شخص اس علاج پر صدقِ دل سے یقین نہیں رکھتا،صرف تجربے کے طور پر کرتا ہے تو اسے بھی یہ علاج کچھ فائدہ نہ دے گا۔[زاد المعاد / ج:٤ ص:١٥٧]

غسل کرنے میں حکمت

حافظ ابن قیمؒ غسل کے طریقے سے علاج کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: درحقیقت انسانی طبیعت میں کچھ ایسے خواص ہوتے ہیں جن کی علت اطباء

نہیں جانتے۔ان خواص کا انکار جاہل قسم کے لوگ ہی کرتے ہیں۔اس طریقہ علاج سے صحیح فہم وفراست والا شخص ہی صحت یابی حاصل کرسکتا ہے جو اس علاج کی مرض سے مناسبت کو سمجھتا ہو۔غصے والے نفس کا علاج یہ ہے کہ اس کے غصے کو ٹھنڈا کردیا جائے۔ یہ علاج بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ ہو اور وہ اسے آپ پر پھینکنا چاہے اور آپ اس شعلے پر پانی گرادیں تو وہ شعلہ اس کے ہاتھ ہی میں ٹھنڈا ہوجائے گا۔اسی وجہ سے حاسد کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْهِ" تاکہ جو بری تاثیر اس حاسد کی آنکھوں میں ہے وہ اس دعا سے ختم ہوجائے۔

چونکہ کسی چیز کی دوا اس چیز کے مخالف ہوتی ہے (یعنی کسی کو سردی لگ جائے تو اسے گرم اشیاء استعمال کرنے کی ہدایت کی جاتی ہیں اور اگر گرمی لگ جائے تو سرد اشیاء استعمال کرائی جاتی ہیں)لہذا جب کسی حاسد کے دیکھنے (اور بری نظر لگنے) سے جسم میں جوخواص پیدا ہوتے ہیں وہ نرم جگہوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور زیادہ نرم جگہیں ہاتھ ،پاؤں ،چہرہ ،کہنیاں ،ازار بند کے اندرونی اعضاء ہی ہیں ،تو جب ان اعضاء کو پانی سے دھویا جاتا ہے تو پیدا ہونے والے خواص کا اثر باطل ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ عمل نہیں کرپاتے۔

مذکورہ اعضاء شیطانی ارواح کے لیے بھی خاص ہیں اور غسل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان اعضاء کو پانی سے دھونے سے وہ شیطانی آگ بجھ جائے اور پیدا ہونیوالے خواص بھی ختم ہوجائیں ۔[زادالمعاد/ج:٤ ص:١٥٧۔١٥٨]

باب ہفتم (۷)

'جادو' کی حقیقت، اسباب، اوراس کا علاج

جادو کی تعریف

حافظ ابن قیمؒ جادو کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"السحر هو مركب من تاثيرات الارواح الخبيثة وانفعال القوى الطبيعة عنها"

''یعنی جادو مختلف خبیث روحوں سے ترکیب پانے والی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسانی طبیعت متاثر ہوتی ہے۔'' [زادالمعاد / ج:٤ ص:١١٥]

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"السحر في اللغة عبارة عما لطف وخفي سببه"

''عربی زبان میں 'سحر' (جادو) ہر ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو باریک ہو اور اس کا سبب مخفی ہو۔'' [تفسیر ابن کثیرؒ / ج:١ ص:٢٢٠]

جادو ایک حقیقت ہے یا تخیل؟

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ جادو حقیقت میں کچھ نہیں بلکہ یہ احساس وتخیل اور فریب نظر ہے۔ ان لوگوں میں سے امام ابو جعفرؒ، امام شافعیؒ، امام ابو بکر الجصاص حنفیؒ، امام ابن حزم ظاہریؒ اور امام ابو حنیفہؒ شامل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: ابوعبداللہ قرطبیؒ نے فرمایا: ''ہمارے نزدیک جادو برحق ہے اور ہم مانتے ہیں کہ جب اللہ کو منظور ہو، جادو اپنا اثر دکھا دیتا ہے۔ اگرچہ معتزلہ (ایک عقل پرست گمراہ فرقہ) اور شوافع میں سے ابو اسحاق الاسفرائینیؒ اس کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ: جادو جھوٹ اور

خیالات ہی ہیں۔جبکہ جادو ہاتھ کی چلاکی سے بھی ہوتا ہے اور کبھی دھاگوں وغیرہ کی مدد سے بھی...... وزیر ابو المظفر یحیی بن محمد بن ہبیرہؒ نے اپنی کتاب "الاشرا ف علی مذاھب الاشراف "میں سحر کے باب میں کہا ہے کہ:اس بات پر اجماع ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ اس کے قائل نہیں (یعنی ان کے بقول جادو صرف آنکھوں پر اثر کرتا ہے،متعلقہ چیز کی حقیقت کو نہیں بدلتا) [تفسیر ابن کثیر/ج:۱ ص: ۲۲۰]

حافظ ابن کثیرؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں :ابو عبداللہ الرازیؒ نے اپنی تفسیر میں فرقہ معتزلہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ جادو کے وجود کے منکر ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ: جو جادو کو برحق تسلیم کرتا ہے، وہ کافر ہے۔" لیکن اہل سنت جادو کے وجود کے قائل ہیں ۔اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ جادوگر، جادو کے زور سے ہوا میں اڑ سکتے ہیں، انسان کو (بظاہر) گدھا اور گدھے کو (بظاہر) انسان بنا کر دکھا سکتے ہیں مگر جادوئی کلمات اور منتر تنتر کے وقت (یعنی جب جادو گر جادو کا عمل کرتا ہے اس وقت)ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے (یعنی جادو کی وجہ سے وہ عمل تو نہیں ہوا بلکہ وہ اللہ کی منشأ سے ہوا ہے) ہم (اہلسنت والجماعت) آسمان اور ستاروں کو اثر ظاہر کرنے والا نہیں مانتے جبکہ فلاسفہ، نجومی اور بے دین لوگ تو ستاروں اور آسمان ہی کو مؤثر مانتے ہیں ۔اہل سنت کی ایک دلیل تو یہ آیت ﴿وماھم بضآرین......﴾ ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ پر جادو کیا گیا تھا اور آپ پر اس کے اثرات بھی ظاہر ہوئے تھے ۔اس کی تیسری دلیل جادو کے حوالے سے اس عورت کا واقعہ ہے جسے حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا ہے ۔اہل السنۃ اس کے علاوہ اور بھی بیسیوں ایسے ہی واقعات بطور دلیل پیش کرتے ہیں ۔[تفسیر ابن کثیر / ج:۱ ص:۲۱٦]

ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ دونوں کا مسلک یہی ہے کہ جادو حقیقت ہے محض تخیل نہیں...... حافظ ابن کثیرؒ ،ابو البر یحیی بن محمد کی کتاب "الاکراہ فی مذھب الاثرات"

کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ "ان السحر له حقيقة "یعنی جادو واقعی ایک حقیقت ہے۔[بحواله "جادو ،علم نجوم ،پامسٹری اور جنات کی حقیقت "از پروفیسر عبدالله شاهین ـصفحه ۱۸]

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ "بعض لوگوں نے اس چیز کا انکار کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا ہو کیونکہ یہ عیب ونقص ہے لیکن ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔اس لیے کہ آپؐ پر (واقعی)جادو ہوا۔یہ ایسے ہی ہے جیسے آنحضرت ﷺ دیگر جسمانی امراض میں مبتلا ہوا کرتے تھے اور یہ بھی ایک مرض ہے۔نیز جس طرح آپ ﷺ کو زہر کی تکلیف پہنچی تھی، اسی طرح جادو سے بھی آپ کو جسمانی تکلیف پہنچی جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جادو ہوا اور آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپؐ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں مگر فی الواقع ایسا نہیں ہوتا تھا اور یہ جادو کی سب سے سخت صورت ہے۔"[زادالمعاد /ج:٤ ص:١١٣۔١١٤]

موصوف مزید فرماتے ہیں کہ: قاضی عیاضؒ نے کہا کہ: جادو دوسری بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہی ہے جو انسان کو پیش آتی ہے۔لہذا نبی ﷺ پر جادو کا ہونا بعید از قیاس قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ (جادو) بیماریوں کی ان اقسام سے ہے جن کا انکار ممکن نہیں۔ لہذا نبی اکرم ﷺ کو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ نے ایک کام کرلیا ہے مگر فی الواقع آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا تھا،تو یہ صرف جادو کی بنا پر تھا۔[زادالمعاد /ج:٤ ص:١١٤]

جادو سیکھنا کیسا ہے؟

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ:ابوعبداللہ رازیؒ نے فرمایا:جادو کا علم برا ہے نہ ممنوع ہے اور اس پر محقق علماء کا اتفاق ہے،کیونکہ (اس کی دو وجوہات ہیں)

١۔ایک تو ہر علم بذات خود معزز ہے اور اللہ تعالیٰ کا عمومی فرمان بھی ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[الزمر/٩]

"آپ ﷺ ان سے پوچھیے!کیا علم رکھنے والے اور بے علم برابر ہیں؟"

۲۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر جادو کا علم حاصل کرنا غلط ہوتا تو اس میں اور معجزہ میں فرق کرنا ناممکن ہوتا، سو ان دونوں میں فرق کرنے کے لیے جادو کا علم سیکھنا واجب ہے اور جو چیز واجب ہوتی ہے وہ حرام اور بری کیسے ہو سکتی ہے؟[تفسیر ابن کثیر /ج:۱ص:۲۱۶]

حافظ ابن کثیرؒ امام رازیؒ کے مسلکِ مذکور پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: امام رازیؒ کا کلام درج ذیل کئی وجوہات کی بنا پر قابل مواخذہ ہے:

۱۔ ان کا یہ کہنا کہ جادو کا علم حاصل کرنا برا نہیں تو اس سے ان کی مراد اگر یہ ہے کہ جادو کا علم حاصل کرنا عقلاً برا نہیں تو ان کے مخالف فرقہ معتزلہ اس بات سے انکار کرتے ہیں (یعنی عقلاً اس کی برائی کے قائل ہیں) اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ جادو کا علم حاصل کرنا شرعاً برا نہیں تو اس آیت ﴿واتبعوا ماتتلو الشیاطین ....﴾ میں جادو سیکھنے کو برا قرار دیا گیا ہے۔ نیز صحیح مسلم میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ

((من أتی عرافا أو کاهنا فقد کفر بما أنزل علی محمد))

''جو شخص بھی عراف یا کاہن کے پاس گیا اس نے محمد ﷺ پر نازل کی گئی شریعت کا انکار کیا۔''

[سنن ابن ماجه :کتاب الطهارة:باب النهی عن اتیان الحائض (۶۳۹)مسند احمد (ج:۲ص:۴۰۸،۴۲۹)]

اسی طرح سنن اربعہ میں مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ

((من عقد عقدة ونفث فیها فقد کفر))

''جس نے گرہ باندھی پھر اس میں جھاڑ پھونک کی تو گویا اس نے کفر کیا۔''

[سنن النسائی :کتاب تحریم الدم:باب الحکم فی السحرة حدیث (۴۰۸۴)]

۲۔ ان کا یہ کہنا کہ ''جادو سیکھنا ممنوع بھی نہیں اور اس پر محقق علماء کا اتفاق ہے''...... تو مذکورہ آیت اور احادیث کی موجودگی میں یہ ممنوع کیسے نہیں ہوگا؟ اور محقق علماء کا اتفاق تو تب ہو جب اس سلسلے میں تمام علمائے امت یا اکثر و بیشتر علماء کے اقوال موجود ہوں (اگر موجود ہیں) تو پھر ان کے وہ اقوال کہاں ہیں؟

۳۔ پھر امام رازیؒ کا جادو کے علم کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[الزمر/۹] میں داخل کرنا ...... ، یہ بھی درست نہیں کیونکہ اس میں صرف علم شرعی کے حامل علماء کی تعریف کی گئی ہے۔

۴۔ پھر امام رازیؒ کا یہ کہنا کہ جادو اور معجزہ میں فرق کرنے کے لیے علم جادو حاصل کرنا واجب ہے، تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے جب کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ائمہ کرامؒ جادو کا علم نہ رکھنے کے باوجود معجزات کو جانتے تھے اور ان (معجزات) اور جادو کے علم میں فرق کر لیتے تھے! [تفسیر ابن کثیر / ج:۱ ص:۲۱۶، ۲۱۷]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ جادو سیکھنے والے اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ جادوگر کے لیے آخرت (کی بھلائی) میں سے کوئی حصہ نہیں لیکن پھر بھی دنیا کے مال ومتاع کے لیے وہ جادو سیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ﴾ ''اور اگر یہ لوگ (جادو سیکھنے والے) صاحب ایمان متقی بن جاتے تو (دنیا وآخرت میں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب انہیں ملتا''...... دنیا کی جاہ وحشمت اور مال ودولت حاصل کرنے کے لیے لوگ جادو سیکھتے ہیں اور اسے (سیکھنے کے لیے) کفر وشرک کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق مروی ہے کہ:

((أنه عد من الكبائر الاشراك بالله ،والسحر ،وقتل النفس والربا،والفرار من الزحف ،وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات))

''نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کو، جادو (سیکھنے سکھانے کو) کسی کو (ناحق قتل) کرنے، سود کھانے، لڑائی سے بھاگنے اور پاکدامن غافل مؤمن عورتوں پر تہمت لگانے کو بڑے بڑے گناہوں میں سے شمار کیا ہے۔'' [مجموعة الفتاوىٰ / ج:۲۹ ص:۲۱۱]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾[البقرة/۱۰۲]

"وہ دونوں (ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتے) بھی کسی شخص کو اس وقت تک (جادو) نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں، لہٰذا تو کفر نہ کر۔"

مذکورہ بالا آیت کے تحت حافظ ابن کثیرؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: جب دو فرشتوں کے پاس کوئی شخص جادو سیکھنے کے لئے آتا تو وہ اسے سختی سے منع کرتے اور اسے کہتے "اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ/ کہ ہم تو آزمائش (کے لئے) ہیں، پس تو کفر نہ کر"

(یہ بات وہ اس لیے کہتے تھے کہ) انہیں خیر وشر اور کفر وایمان کا علم تھا اور انہوں نے جان لیا تھا کہ جادو کفر (کے کاموں میں) سے ہے۔[تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۲۱۳،۲۱۴]

ان تمام دلائل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جادو سیکھنے کے لیے کفر وشرک کا ارتکاب ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر بندہ جادو نہیں سیکھ سکتا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ابن جریرؒ سے ایک عجیب وغریب واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دومۃ الجندل کی ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی وفات کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد آپ کی تلاش میں آئی اور آپ ﷺ کے انتقال کی خبر سن کر بے چین ہوگئی اور رونے پیٹنے لگی یہاں تک کہ مجھے اس پر ترس آ گیا۔ (میرے دریافت کرنے پر) وہ کہنے لگی: مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ میں تباہ وبرباد ہو جاؤں گی۔ (پھر اس نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ) میرے اور میرے شوہر کے درمیان ہمیشہ ناچاقی رہا کرتی تھی، ایک مرتبہ وہ لاپتہ ہوگیا۔ پھر میرے پاس ایک بڑھیا آئی، میں نے اسے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا: جو میں کہوں گی اگر تو وہی کرے گی تو وہ (تیرا شوہر) خود بخود تیرے پاس آ جائے گا۔ (میں تیار ہوگئی) وہ رات کے وقت دو کالے کتے لے کر میرے پاس آئی۔ ایک پر وہ خود سوار ہوئی اور دوسرے پر

میں سورا ہوگئی ۔تھوڑی ہی دیر میں ہم بابل پہنچ گئیں ۔میں نے وہاں دو شخص لٹکے ہوئے دیکھے۔انہوں نے پوچھا: کیوں آئی ہو؟ میں نے بتلایا: جادو سیکھنے آئی ہوں ۔انہوں نے کہا: واپس لوٹ جا۔ میں نے انکار کیا اور کہا: میں واپس نہیں جاؤں گی (بلکہ میں جادو سیکھوں گی) تو انہوں نے کہا: اچھا پھر جا اور اس تنور میں پیشاب کر کے واپس آ ۔میں گئی لیکن ڈر کی وجہ سے پیشاب کیے بغیر ان کے پاس آ گئی ۔انہوں نے پوچھا: تو نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا: کچھ نہیں ۔انہوں نے کہا: (ابھی کچھ نہیں بگڑا) تو جادو نہ سیکھ اور واپس اپنے شہر چلی جا۔ میں نے کہا: نہیں ۔انہوں نے پھر کہا: جا اور اس تنور میں پیشاب کر۔ میں گئی ، میں بہت زیادہ خوف زدہ ہوگئی، اور اس مرتبہ بھی بغیر پیشاب کیے واپس آ گئی......

(پھر وہی سوال و جواب ہوئے اور پھر) تیسری مرتبہ میں گئی اور میں نے اس میں پیشاب کردیا، اچانک میں نے ایک گھڑسوار نکلتے دیکھا جو آسمان کی طرف چڑھ گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا، تب انہوں نے کہا: تو سچ کہتی ہے ، یہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکل گیا۔ اب چلی جا۔ میں نے بڑھیا کو کہا: انہوں نے تو مجھے کچھ بھی نہیں سکھایا !اس نے کہا: (تجھے سب کچھ آ گیا ہے) تو جو کہے گی ہو جائے گا۔ گندم کا دانہ لے اور اسے اُگا، میں نے آزمائش کے لیے (گندم کے دانے کو) کہا: اُگ جا! وہ اُگ گیا، میں نے کہا: تجھ میں بالیاں پیدا ہوجائیں ۔وہ بھی ہوگئیں۔ میں نے کہا: سوکھ جا۔ وہ سوکھ گیا، میں نے کہا الگ الگ دانہ ہو جا، وہ بھی ہوگیا۔ میں نے کہا: آٹا بن جا۔ وہ بھی بن گیا ، میں نے کہا روٹی پک جا۔ وہ بھی ہوگیا، جب میں نے دیکھا کہ ہر کام میری منشا اور حکم کے مطابق ہو جاتا ہے، تو میں شرمندہ ہوئی ۔اے ام المؤمنین !اللہ کی قسم میں نے اس جادو سے کوئی کام لیا نہ کسی پر جادو کیا (اب میں کیا کروں ؟ اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئی)صحابہ کرامؓ بھی متحیر تھے کہ اسے کیا بتائیں ؟ آخر کار ابن عباسؓ نے یا بعض

دوسرے صحابہ کرامؓ نے کہا: (تم اس فعل کو نہ کرو۔توبہ واستغفار کرو)اور اگر تیرے والدین زندہ ہیں تو ان کی خدمت کرو۔"[تفسیر ابن کثیر (ج:۱ ص:۲۱۲)واضح رهے که اس کی سند میں ضعف هے]

جادوگر کے بارے میں شرعی حکم

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ: اللہ کے قرآن، نبی ﷺ کے فرمان اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ جادو کرنا حرام ہے بلکہ اکثر علماء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جادوگر کافر ہے اور اسے قتل کرنا واجب ہے۔حضرت عمر بن خطابؓ ،حضرت عثمان بن عفانؓ ،حضرت حفصہ بنت عمرؓ،حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن جندبؓ سے جادوگر کو قتل کرنا ثابت ہے۔حضرت جندب بن عبداللہؓ سے تو مرفوعا (یعنی نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے) یہ کام (جادوگر کا قتل کرنا) ثابت ہے۔نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾[طٰہٰ/۶۹]

"اور جادو گر کہیں سے بھی آئے ،فلاح نہیں پاسکتا۔"[مجموع الفتاوی /ج:۲۹ ص:۲۱۱]

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "ولو أنهم اٰمنوا واتقوا......" سے ان علماء نے دلیل لی ہے جو جادوگر کو کافر کہتے ہیں ،اور وہ امام احمد بن حنبلؒ اور سلف صالحین کا ایک گروہ ہے، جب کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سے مذکور ایک روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جادوگر کافر تو نہیں البتہ واجب القتل ہے۔اور وہ روایت یہ ہے کہ عمرو بن دینار نے بجالۃ بن عبدہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عاملین کو خط لکھا کہ

((أن اقتلوا كل ساحر أو ساحرة)) "ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کردو۔"

بجالۃ بن عبدہ نے کہا: چنانچہ ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا۔اس حدیث کو امام بخاریؒ

نے بھی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے۔اسی طرح حضرت حفصہ ام المؤمنین کے متعلق بھی مروی ہے کہ ان کی لونڈی نے ان پر جادو کیا، جس پر اس لونڈی کو قتل کر دیا گیا۔امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: تین صحابہ کرامؓ سے جادوگروں کو قتل کرنا ثابت ہے...... متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادو گر تھا جو اپنا کرتب بادشاہ کو دکھایا کرتا تھا۔وہ (بظاہر) ایک شخص کا سر کاٹ لیتا پھر آواز دیتا تو سر جڑ جاتا۔تو لوگ کہتے: سبحان الله ! یہ تو مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے! مہاجرین صحابہ میں سے ایک بزرگ صحابیؓ نے یہ دیکھا اور دوسرے دن تلوا رسونتے ہوئے آئے۔جب جادو گر نے اپنا کھیل شروع کیا، تو اس صحابیؓ نے اپنی تلوار سے خود اس کی گردن اڑا دی اور فرمایا: اگر یہ (جادوگر) سچا ہے تو اپنے آپ کو زندہ کرے، پھر قرآن کی یہ آیت پڑھ کر لوگوں کو سنائی:

﴿أفتأتون السحر وأنتم تبصرون﴾

”پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھے جادو میں آجاتے ہو۔“

چونکہ اس بزرگ صحابیؓ نے جادو گر کو قتل کرنے سے پہلے حاکمِ وقت ولید کی اجازت نہیں لی تھی ،لہذا اس بادشاہ (نے ناراض ہوکر) انہیں قید کر دیا البتہ پھر بعد میں چھوڑ دیا۔[تفسیر ابن کثیر / ج:۱ ص:۲۱۵۔۲۱۶]

شیخ مزید فرماتے ہیں کہ: جادو کو سیکھنے والے اور اس کو استعمال میں لانے والے کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ تو کافر بتلاتے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کے بعض شاگردوں کا قول ہے کہ اگر جادو بچاؤ کے لیے سیکھے تو کافر نہیں ہوتا۔ہاں جو اس کا اعتقاد رکھے اور نفع دینے والا سمجھے تو وہ کافر ہے اور اسی طرح جو خیال کرتا ہے کہ شیاطین یہ کام کرتے ہیں اور اتنی طاقت رکھتے ہیں، وہ بھی کافر ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: جادوگر سے دریافت کیا جائے گا، اگر وہ بابل (شہر) والوں کا سا عقیدہ رکھتا ہو اور سات ستاروں کو تاثیر پیدا کرنے والا جانتا ہو تو وہ کافر ہے، اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو پھر بھی اگر جادو کو جائز سمجھتا ہو تو کافر ہی ہے۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے فرمایا: کہ جادو گر نے جب جادو سیکھا اور اسے استعمال میں لایا تو وہیں اسے قتل کیا جائے۔ امام شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: جب تک وہ یہ عمل بار بار نہ کرے یا کسی شخص معین کے متعلق خود اقرار نہ کرے تب تک اسے قتل نہ کیا جائے۔ تینوں اماموں کے نزدیک جادو گر کا قتل کرنا بوجہ حد کے ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک بوجہ قصاص کے ہے۔" [تفسیر ابن کثیر / ج:۱ ص:۲۲۰]

جادو گر عورت، اہل کتاب اور ذمی جادو گر کا حکم

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: اہل کتاب کا جادو گر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قتل کیا جائے گا جب کہ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لبید بن اعصم (یہ ایک یہودی تھا جس نے نبیؐ پر جادو کیا اور آپؐ نے اسے قتل نہیں فرمایا تھا) کے واقعہ کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

اگر کوئی مسلمان عورت جادو گرنی ہو تو اس کے متعلق امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ قید کر دی جائے اور اسے قتل نہ کیا جائے جب کہ بقیہ تینوں اماموں کے نزدیک اس کا حکم مسلمان مرد جادو گر کے حکم کی طرح ہی ہے۔ واللہ اعلم! ...... امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ: اگر ذمی کے جادو سے کوئی مر جائے تو ذمی کو بھی قتل کیا جائے گا۔ [تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۲۲۰۔۲۲۱]

جادو کی اقسام

جادو ایک ہی طرح کا نہیں ہوتا بلکہ اس کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض جادو چیز کی ماہیت کو بدل کر رکھ دیتے ہیں اور اس چیز پر اثر انداز ہوتے ہیں جبکہ بعض جادو چیز کی ماہیت کو تبدیل تو نہیں کرتے لیکن لوگوں کی آنکھوں پر ان کا اثر ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ چیز کی حالت بدل گئی ہے۔ ذیل میں ہم چند اقسام پر روشنی ڈالتے ہیں۔

بندش کا جادو

اس قسم کے جادو میں مرد کو اس کی بیوی سے روک دیا جاتا ہے یعنی مرد کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ازدواجی تعلق قائم کر سکتا ہے لیکن جب اپنی بیوی کے قریب جاتا ہے تو وہ تعلق قائم نہیں کر پاتا یا ویسے ہی مرد یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی عورت سے ہمبستری کر چکا ہوں جبکہ فی الواقع اس نے ایسا کیا نہیں ہوتا۔ جادو کی اس قسم کے بارے میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ:

''حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا۔ اس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ سمجھتے تھے کہ آپ ازواج مطہرات کے پاس آئے ہیں حالانکہ آپ ﷺ آئے نہ ہوتے تھے۔ (حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں: جادو کا یہی سب سے بڑا اثر ہے۔ جب نبی ؑ کی یہ حالت ہوگئی تو) ایک دن آپ ﷺ فرمانے لگے: اے عائشہؓ! کیا تو جانتی ہے میں جس چیز کے متعلق اللہ سے پوچھ رہا تھا اللہ نے اس کا جواب مجھے دے دیا ہے؟ میرے پاس دو شخص (حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ) آئے۔ ایک میرے سر کی طرف ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ سرہانے والے نے دوسرے سے پوچھا:

ان کا کیا حال ہے؟ (یعنی ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟)

اس نے جواب دیا: ان پر جادو ہوا ہے۔

پہلے نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا؟

دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے جو بنو زریق قبیلے کا ہے جو یہودیوں کا حلیف ہے اور یہ منافق شخص ہے۔

پہلے نے پوچھا: جادو کس چیز میں ہے؟

دوسرے نے جواب دیا کہ کنگھی اور سر کے بالوں میں۔

پہلے نے پوچھا: یہ جادو کہاں ہے؟

دوسرے نے جواب دیا کہ کنویں میں نر کھجور کے خوشے میں پتھر کی چٹان کے نیچے ہے۔

چنانچہ پھر نبی اکرم ﷺ اس کنویں کے پاس آئے اور اس میں سے جادو والی اشیاء کو نکلوایا (جب واپس آئے تو عائشہؓ کو بتلایا کہ) اس کا پانی ایسا تھا گویا مہندی کا گدلا پانی ہو اور اس کے (پاس واقع) کھجوروں کے درخت شیطانوں کے سروں کی مانند تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہ کر دیا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں خواہ مخواہ لوگوں میں اس برائی کو پھیلاؤں۔ [تفسیر ابن کثیر / ج:٤ ص:٩١٧]

حافظ ابن کثیرؒ ایک دوسری جگہ اسی جادو کا علاج بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

''حضرت وہب فرماتے ہیں: بیری کے سات پتے لے کر سل بٹے پر کوٹ لیے جائیں پھر انہیں پانی میں ملا دیا جائے۔ بعد ازاں آیت الکرسی پڑھ کر دم کر دیا جائے اور جس پر دم کیا گیا ہے، اسے تین گھونٹ پلا دیا جائے اور باقی پانی سے غسل کرا دیا جائے۔ ان شاء اللہ جادو کا اثر زائل ہو جائے گا۔ یہ عمل خصوصیت سے اس شخص کے لیے بہت ہی اچھا ہے، جو اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو۔'' [تفسیر ابن کثیر / ج:١ ص:٢٢١]

جدائی کا جادو

یہ وہ جادو ہے جس کے ذریعے جادوگر میاں بیوی کے مابین جدائی ڈال دیتا ہے چنانچہ جب کسی پر اس قسم کا جادو ہو جائے تو ان کی گہری محبت شدید بغض وعداوت میں بدل جاتی ہے، کبھی مرد کو اپنی بیوی بدصورت معلوم ہونے لگتی ہے اور کبھی وہ اس سے دور رہنا شروع کر دیتا ہے اور کبھی بیوی کو مرد اچھا نہیں لگتا اور کبھی کسی اور طریقے سے ان کے درمیان جدائی پڑ جاتی ہے۔ اسی جادو کے بارے میں قرآن مجید میں یہ کہا گیا ہے:

﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ﴾ [البقرة/١٠٢]

''پھر لوگ ان (دونوں) سے وہ چیز سیکھتے جس سے خاوند بیوی میں جدائی ڈال دیں۔''

مذکورہ آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ: لوگ ہاروت وماروت سے جادو سیکھتے تھے جس کے ذریعے وہ (لوگ) برے کام کرتے تھے اور مرد وزن کی باہمی محبت اور موافقت کے باوجود ان میں جدائی ڈال دیتے تھے اور یہ (جدائی ڈالنا) شیاطین کا محبوب کام ہے۔ جیسا کہ امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان الشيطان ليضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه في الناس، فأقربهم عنده منزلة أعظمهم عنده فتنة، يجيء أحدهم فيقول: مازلت بفلان حتى تركته وهو يقول كذا وكذا، فيقول ابليس: لا! والله ماصنعت شيئا! ويجيء أحدهم فيقول: ماتركته حتى فرقت بينه وبين أهله قال: فيقربه ويدنيه ويلتزمه ويقول: نعم أنت))

[صحيح مسلم: كتاب صفات المنافقين: باب تحريش الشيطان...... (٧١٠٦) مسند احمد (ج: ٣ ص: ٣١٤، ٣٣٢)]

''شیطان اپنا عرش پانی پر لگاتا ہے پھر اپنے لشکروں کو لوگوں کی طرف (بہکانے کے لیے) بھیجتا ہے۔ اس (شیطان ابلیس) کے نزدیک سب سے زیادہ مرتبہ والا وہ ہے جو فتنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو اس طرح اس طرح گمراہ کر دیا ہے۔ ابلیس (شیطان) کہتا ہے، بخدا! تو نے کچھ بھی نہیں کیا (یعنی یہ تو معمولی کام ہے) یہاں تک کہ ایک اور آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ شیطان اسے قریب کرتا ہے اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے اور اسے گلے سے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے: ہاں! تو نے واقعی بڑا کام کیا ہے۔''

پس جادوگر بھی اپنے جادو سے وہ کام کرتا ہے جس سے میاں بیوی میں جدائی ہو جائے اور جدائی اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے پہل دونوں میں سے ایک کو دوسرے کی شکل وصورت بری معلوم ہونے لگتی ہے یا ایک دوسرے کے غیر شرعی عادات واطوار سے

نفرت ہونے لگتی ہے یا دل میں عداوت پیدا ہو جاتی ہے......وغیرہ وغیرہ۔رفتہ رفتہ یہ باتیں بڑھتی ہیں اور آپس میں جدائی واقع ہو جاتی ہے۔[تفسیر ابن کثیر ج:۱ص:۲۱٤]

نظر بندی کا جادو

اس جادو کو تخیلاتی جادو بھی کہتے ہیں۔اس جادو کی وجہ سے شے کی ماہیت (حالت راصلیت) تو نہیں بدلتی البتہ دیکھنے والے کی آنکھوں پر اس جادو کا اثر ہو جاتا ہے اور اسے ساکن چیز حرکت کرتی اور متحرک چیز ساکن نظر آتی ہے یا پھر چھوٹی چیز بڑی یا بڑی چیز چھوٹی دکھائی دینی شروع ہو جاتی ہے۔اس جادو کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿قَالُوا يٰمُوسٰى اِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا أَنْ نَكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ قَالَ أَلْقُوْا فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوْا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَاءُوْا بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴾[الاعراف/۱۱٦]

''ان ساحرون نے عرض کیا کہ اے موسیٰ!خواہ آپ ڈالیے اور یا ہم ہی ڈالیں؟ (حضرت موسیٰ) نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو،پس جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو میدان میں) ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔''

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں کہ: یہ صرف نظر بندی تھی،فی الواقع خارج میں ان (رسیوں اور لاٹھیوں) کا وجود نہیں بدلا تھا بلکہ وہ لوگوں کو زندہ سانپوں کی حالت میں دکھائی دینے لگی تھیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى ....﴾[طٰہٰ/٦٦]

''اب تو موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے بھاگ دوڑ رہی ہیں۔''

سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں پر جادو ہوا پھر فرعون کی، پھر تماشائیوں کی آنکھوں پر جادو ہوا،اس کے بعد ہر آدمی نے اپنی اپنی رسی اور لاٹھی پھینکی تو ہزار ہا کی تعداد میں پہاڑوں کے برابر سانپ نظر آنے لگے جو اوپر تلے ایک دوسرے سے لپٹ رہے تھے اوران سے میدان بھر گیا۔امام سدیؒ کہتے ہیں کہ تیس ہزار سے کچھ زائد آدمی (جادو گر) تھے۔ہر ایک کے پاس رسی اور لاٹھی تھی۔[تفسیر ابن کثیر/ج:۲ص:۲۷۸-۲۷۹]

جادو کے علاج کے طریقے

حافظ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ: جادو کے علاج کے لیے دوطریقے بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔پہلا طریقہ، جو زیادہ واضح ہے، وہ یہ ہے کہ جادو والی چیز کو تلاش کر کے اسے ختم کر دیا جائے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ (جب آپ ﷺ پر جادو ہوا تو) آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے اس (جگہ یا جادو) کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے (دو فرشتوں کے ذریعے) آپ ﷺ کو وہ جگہ (کنواں) بتلادی۔(جہاں جادو والی چیزیں رکھی گئی تھیں) آپ ﷺ نے اس کنویں سے وہ چیزیں نکلوائیں۔یہ ایک کنگھی، چند بال اور ایک نر کھجور کا خوشہ تھا۔جب آپ ﷺ نے اسے ختم کیا تو آپ ﷺ بالکل تندرست ہو گئے۔

۲۔دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس جگہ پر جادو کی وجہ سے درد محسوس ہو وہاں سے گندا مادہ (سینگی کے ذریعے) نکلوا دیا جائے چونکہ جادو کا طبیعت پر ایک بوجھ ہوتا ہے لہذا جب انسان اپنے کسی عضو میں یہ اثر محسوس کرے اور وہ اپنے اس عضو سے گندا خون نکلوانے پر بھی قادر ہو تو یہ علاج بھی نفع بخش ہے۔ابوعبیدؒ نے اپنی کتاب 'غریب الحدیث' میں عبدالرحمٰن بن أبي لیلیٰ کی سند سے بیان کیا ہے کہ

"أن النبی ﷺ احتجم علی رأسه بقرن حین طب" ۔"جب نبی اکرم ﷺ پر جادو ہوا تو آپ ﷺ نے سینگی لگوائی" [زادالمعاد ج٤ ص١١٤-١١٥]

ان دو طریقوں کے علاوہ ایک اور طریقہ بھی ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

جادو کے علاج کے لیے سب سے زیاد نفع مند طریقہ قدرتی دوا (اذکار، تعوذات اور دیگر دعائیں وغیرہ) کا بھی ہے۔ چونکہ جادو خبیث روحوں کے اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا ان کے اثرات کو ان کے مدمقابل اذکار، آیات قرآنیہ اور دعاؤں ہی سے رد کیا جا سکتا ہے۔ یہ علاج جس قدر مضبوط اور زیادہ ہو گا اتنا ہی نفع بخش ہو گا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے دو لشکر اپنے ساز و سامان کے ساتھ آپس میں لڑیں تو ان میں سے زبردست لازما دوسرے پر غالب آئے گا...... پس جب دل خدا کی محبت سے سرشار ہو گا اور اس کے ذکر سے لبریز ہو گا اور ذکر و اذکار، تعوذات اور دعاؤں کی طرف متوجہ ہو گا، تو یہ چیزیں جادو کے اثر کو زائل کر دیں گی اور یہی علاج سب سے عمدہ ہے۔

[زادالمعاد ج٤ ص١١٦]
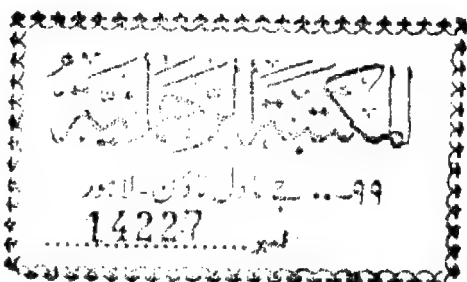
''سلسلۂ دعوت و اصلاح'' از قلم حافظ مبشر حسین لاہوری

راقم الحروف نے آج سے کچھ عرصہ پیشتر 'سلسلہ دعوت واصلاح' کے عنوان سے ایک کتابی سلسلہ شروع کیا جس کا مقصد ایسی کتابیں منظر عام پر لانا تھا جو لوگوں کے عقائد ونظریات میں پائے جانے والے بگاڑ کی اصلاح کریں اور لوگوں کو براہ راست قرآن وسنت سے مربوط کریں۔ اس سلسلہ کے تحت اب تک چار کتابیں شائع ہو کر بحمد للہ خوب پذیرائی حاصل کر چکی ہیں اور امید ہے کہ اس سلسلہ کی باقی کتابوں کو بھی اسی طرح پذیرائی ملے گی۔ ان شاء اللہ!

اس سلسلہ دعوت واصلاح کے تحت چونکہ علمی وفکری مباحث پر مشتمل اصلاحی کتابیں پیش کرنا مدِ نظر ہے، اس لیے شروع ہی سے کوشش یہ کی گئی ہے کہ تحریر کو زیادہ سے زیادہ عام فہم اور دلچسپ اسلوب میں پیش کیا جائے تاکہ صرف اردو پڑھ لینے والے حضرات بھی اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکیں۔ آئندہ کتابوں میں اس بات کا اور زیادہ التزام خود قارئین محسوس کر لیں گے۔ اس سلسلہ میں شامل کتابوں کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

✿ ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں جن موضوعات کو زیر بحث لایا جا رہا ہے ان کا تعلق ہماری عملی زندگی سے بہت زیادہ ہے۔ ✿ پھر ان میں پاک وہند کا مخصوص پس منظر اور علاقائی مسائل بھی مدنظر رکھتے ہوئے ہر موضوع پر مواد پیش کیا گیا ہے۔ ✿ ان کتابوں میں براہ راست قرآن مجید اور صحیح احادیث سے جابجا استدلال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اہم مسائل میں صحابہ وتابعین کے اقوال اور علمائے سلف کے افکار کو بھی بطور خاص حوالے کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ ✿ ہر کتاب میں اس موضوع سے متعلقہ مختلف مسائل کے حوالے سے پائی جانے والی افراط وتفریط، گمراہانہ فکر اور غلطی ہائے مضامین کی خاطر خواہ نشاندہی وتردید بھی کی گئی ہے۔ ✿ علمی وفکری مباحث کو ایسے دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا ابوریت محسوس نہ کرے۔

اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی کتابوں پر جو علمی وعملی محنت ہو رہی ہے اس کا اندازہ یا مجھے ہے یا میرے رب کو۔ ہر موضوع پر لکھنے سے پہلے اس سے متعلقہ ہر طرح کا مواد اکٹھا کرنا، فوت شدگان اصحاب علم کے مایہ ناز لٹریچر کو کھنگالنا، وقت کے اہم اور ممتاز علما سے علمی تبادلہ کرنا، غلطی ہائے افکار کا شکار حضرات سے براہ راست بحث ومباحثہ کرنا، پھر کتابوں کی شکل میں جوہر خالص پیش کرنا...... چند ایسے اِشارے ہیں جن سے اس تگ ودو کا کچھ اندازہ بہر حال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود خطا ونسیان کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا ہے اس لیے قارئین سے التماس ہے کہ جہاں کوئی علمی کوتاہی اور فنی خامی دکھائی دے اس سے مطلع فرما کر مشکور ہوں، شکریہ!

1۔☆ نام کتاب ☆ ''پیش گوئیوں کی حقیقت اور انکی تعبیر کا صحیح سلفی منہج''
پیش گوئی اور اس کی تعبیر کا صحیح منہج، نبوی پیش گوئیوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں میں فرق، خواب اور پیش گوئی کی تعبیر میں فرق، فتنوں اور جنگوں سے متعلقہ نبوی پیش گوئیاں اور دور حاضر میں ان کی تعبیر وانطباق کے درست طریقے اور اس کے علاوہ احادیث فتن، الملحمۃ العظمیٰ، شخصیات، علاقہ جات، غیر مرئیات اور آخری دور میں ہونے والی جنگوں سے متعلقہ نبوی پیش گوئیوں کی جمع وترتیب کے علاوہ معاصر مفکرین کی غلط تعبیروں کا تنقیدی جائزہ بھی اس کتاب میں لیا گیا ہے۔

2۔☆ نام کتاب ☆ ''اسلام میں تصور جہاد اور دور حاضر میں عمل جہاد''
اس کتاب میں بنیادی طور پر دو چیزوں کو پیش کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اسلام میں جہاد کا صحیح تصور کیا ہے۔ اس کے آداب وضوابط، حدود وقیود اور اغراض ومقاصد کیا ہیں؟ حکومت کی سرپرستی، والدین کی اجازت، معاہدوں کی پابندی، غیر مسلموں سے تعاون...... وغیرہ جیسے مسائل میں آنحضرت کی سیرت سے ہمیں کیا راہنمائی ملتی ہے...... جب کہ دوسری یہ چیز پیش کی گئی ہے کہ دور حاضر میں اپنے حقوق کے دفاع، ظلم کے خاتمہ، قیام امن اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

☆ نام کتاب ☆ ''جہاد اور دہشت گردی'' (یہ کتاب پہلی کتاب کا تتمہ ہے)

3۔☆ نام کتاب ☆ ''عاملوں، کاہنوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم'' (مع روحانی علاج)
اس کتاب میں دست شناسی، چہرہ شناسی، قیافہ شناسی، علم رمل، جفر، اعداد، علم نجوم، کہانت، ہپناٹزم وغیرہ جیسے ان تمام علوم کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے جن کے ذریعے غیب دانی کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جادو اور جنات کا توڑ اور مختلف بیماریوں کا روحانی علاج قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

4۔☆ نام کتاب ☆ ''ہدیۃ العروس'' (ازدواجی وخانگی احکام ومسائل)
اس کتاب میں شادی بیاہ سے متعلقہ جملہ مسائل مثلاً نکاح کا اسلامی طریقہ، غیر اسلامی رسومات، جہیز ومہر، حقوق زوجین، تعدد ازواج، خلع وطلاق، حلالہ ومتعہ، ضبط ولادت، ستر وحجاب اور مخصوص ازدواجی مسائل وغیرہ کا نہ صرف قرآن وسنت کی روشنی میں احاطہ کیا گیا ہے بلکہ پاکستان کے معاشرتی ماحول وپس منظر کو بھی خصوصی طور پر مدنظر رکھتے ہوئے افراط وتفریط کی بہت سی صورتوں کا اس کتاب میں جائزہ لیا گیا ہے۔

5۔☆ نام کتاب ☆ ''انسان اور خدا'' (زیر طبع) 6۔☆ نام کتاب ☆ ''انسان اور شیطان''
7۔☆ نام کتاب ☆ ''انسان اور فرشتے''